ترجمہ اُردو

کتاب نتائج الافہام عربی مترجمہ احمد زکی افندی از فرانسیسی

مسمّے بہ
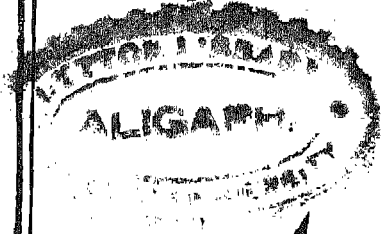
تحقیق الابہام

در
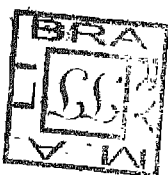
تقویم عرب قبل از اسلام

مترجمہ

جناب مولوی سید محمد محی الدینخانصاحب بہادر جج ہائی کورٹ سرکار نظام و بطور خاص جج دیشل کمشنر اورنگ آباد

باراول

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپا

سنہ ۱۸۹۸ء

ALIGARH

CHECKED
Date..............

URDU STACKS
M.A.LIBRARY, A.M.U.
U296
CHECKED
RE-ACCESSIONED.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا و مصلیًا

اسلام سے قبل اہل عرب کی تقویم کا گو مختلف کتب مین متفرق طور پر تذکرہ تھا اور نیز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت و عمر شریف اکثر کتب مین بالاختلاف مذکور تھی لیکن کوئی ایسی کتاب نہ تھی جسمین امور مذکورہ پر بالتفصیل بحث کی گئی ہو۔ محمود بادشاہ فلکی کو اس طرف توجہ ہوئی اور اُنھون نے تحقیق کے ساتھ ایک تفصیلی کتاب اس سے متعلق فرانسیسی زبان مین تدوین کی۔ کچھ زمانے کے بعد احمد زکی افندی کو اس طرف توجہ ہوئی اور اُنھون نے اس خیال سے کہ اہل عرب عام طور پر فرانسیسی زبان کو نہین سمجھ سکتے اور مضامین مندرجۂ رسالۂ مزبورہ سے مطلع نہین ہو سکتے اِس رسالہ کا عربی مین ترجمہ کیا اور اُسکا نام (نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام) رکھا چونکہ یہ ترجمہ عربی مین تھا اور اہل ہندوستان عمومًا عربی نہین جانتے اسوجہ سے اُسکے مطالب پر اُنکا عمومًا مطلع ہونا ممکن نہ تھا۔ اور مضامین ضرور اِس قابل سمجھے کہ اہل اسلام عمومًا اور تاریخ دوست لوگ خواہ کسی مذہب کے کیون نہون خصوصًا اُس سے واقفیت حاصل کرین لہذا میرے عزیز دوست جناب مولوی محمد نظام الدین حسن خان صاحب بی۔ ایل۔ بی۔ اے۔ جسٹس ہائی کورٹ سرکار نظام نے جو نہایت علم دوست شخص ہین مجھے اس طرف متوجہ کیا کہ مین اِس رسالہ کا اُردو مین ترجمہ کرون۔ گو مین سخت عدیم الفرصت تھا لیکن بلحاظ نفع عوام و فرمایش مولوی صاحب موصوف اِس کتاب کا مع حواشی مین نے اُردو مین ترجمہ کر دیا اور اِسکا نام (تحقیق الایہام) رکھا جو ایک مقدمہ اور دو قسمون اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ پس اب ہندوستان کے اُن لوگون کو جو عربی سے نا واقف ہین اِس کتاب کے عمدہ مضامین کے بآسانی سمجھ سکنے مین کوئی دقت واقع نہوگی۔

مقدمہ

زمانہ کو متقدمین کی تاریخ بیخبری اور اخفا کے پردون ہی سے چھپانے کا شوق ہے۔ اسیرئین قوی گروہون کا کچھ اثر ہے جنمین بڑے بڑے شاندار بادشاہ تھے۔ جنکے شہرون مین اعلی مکان تھے جنکی حاصل کردہ بزرگی کی طرف اشارے ہوا کرتے تھے کہ اُسے زمانہ بھی نہین مٹا سکتا۔ مگر اُنکے آثار بھی سب محو ہوئے جاتے ہین لہذا متاخرین کو ضرور ہے کہ متقدمین کے حالات پر مطلع ہونے کی غرض سے اُنکی بزرگی اُنکی سروری اُنکے فخر کے آثار ناطقہ کی تلاش کرین۔ جن آثار کو زمانہ نے مٹا دیا ہے اور جو گردش زمانہ سے فنا ہوتے جاتے ہین۔ متاخرین کا کام ہے کہ اوائل خلف سے روایتون اور حکایتون کو سنکر جمع کرین اور ضبط تحریر مین لائین اور بعد غور و بحث۔ جن روایات کی بخوبی جانچ کر چکین اُنمین سے درست اور نادرست کا اچھی طرح امتیاز ہو جاوے۔ اسکے بعد جو روایات اُنکی راے مین مرجح ٹھہرین۔ اُنسے تاریخ کی کتاب کی تدوین کرین۔ لیکن باوجود ان سب کوششون کے اس قسم کی کتاب مین وہم کی تاریکی باقی ہی رہیگی۔ اور کلام حشو و زوائد سے خالی نہو گا۔ ابتداے اسلام مین مؤلفین عرب کی یہی حالت تھی۔ کیونکہ اُنکے پاس کوئی تحریری آثار نہ تھے۔ جنسے وہ صحیح اخبار مستنبط کرتے۔ اور تحقیق کے لیے اُسکی طرف متوجہ ہوتے اور ایسے اخبار کی نقل کو معتبر خیال کرتے۔ اسلیے وہ شہر بشہر اور ملک بملک پھرا کرتے تھے۔ اور حوادث قدیمہ اور واقعات گذشتہ اور متقدمین کے حالات کی تفتیش کرتے تھے۔ اور اُنپر کامل غور کیا کرتے تھے۔ اور گذشتہ شعرا کے اشعار اور فصحا کے خطبون سے استنباط کرتے تھے۔ اور اُنھین مضامین کو اپنے رسائل نظم و نثر مین درج کیا کرتے تھے۔

یہ بات پوشیدہ نہین ہے کہ عرب مین تالیف کتب کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے دو تین قرن کے بعد شروع ہوا اسی وجہ سے مؤلفین کو توقیت اور تقویم تاریخ مین بڑی ہی تکلیف اور دشواری اُٹھانی پڑی۔ اور کثرت اختلافات اور جدل و جدال کا دروازہ کھل گیا۔ مورخین نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ عرب کے بت پرست اپنے اوقات کا حساب سنہ قمریہ شمسیہ سے لگایا کرتے تھے لیکن مفسرین اور شارحین حدیث اور اہل لغت کی ظاہری عبارتون سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب سنہ قمری کا استعمال کرتے تھے۔ اور ایسا ہی اختلاف علماے فرنگ مین واقع ہوا ہے۔ پوکوک۔ اور جانیر۔ اور غولیوس۔ اور پریدو وغیرہ اور سوسیو کوسان دو پرسوال نے قمری شمسی کو اختیار کیا ہے۔ اور دوسری جماعت نے جنمین

سلیبر دوساسی داخل ہین قمری مہینہ کو ترجیح دی ہے - انھون نے حتمی طور پر بیان کیا ہے کہ عموماً عرب کے لوگ اور خصوصاً اہل مکہ سوائے تقویم قمری کے اور کوئی سنہ نہین استعمال کرتے تھے - اور اسی رائے کی علامہ ایدلر نے تائید کی ہے - اور موسیو سلیبر[1] دوساسی اور موسیو کوسان دو پرسوال[2] نے بہت ہی شرح اور بسط کے ساتھ اسکو کافی طور پر بیان کیا ہے -

اس موقع پر یہ بحث مقصود بالذات نہین ہے - کہ مین ایک رائے کو دوسری پر ترجیح دون - اور ایک کو بمقابلہ دوسرے کے غالب یا مغلوب قرار دون - مجھے صرف اُن مباحث کی تحقیقات منظور ہے - جنکے واسطے مین نے یہ رسالہ لکھا ہے - اور مین نے یہ التزام کیا ہے - کہ تالیفات عربیہ اور اجنبیہ مین جتنی روایات اور نصوص مذکور ہین اور جنکو اس بحث سے تعلق اور ربط ہے اُن سب کو ایک جگہ جمع کر دون - تاکہ مواد کے یکجا جمع ہو جانے کے بعد نتیجہ کا استنباط آسان ہو جائے اور تقویم عربی کے مسئلہ سے جو مہتم بالشان ہے - خفا کا پردہ اُٹھ جائے - اب مین اس مسئلہ کو ایک نئے اور عمدہ ڈھنگ سے بیان کرنا شروع کرتا ہون - مین کسی کے قول کو ترجیح دینے اور کسی کے قول کی تردید کرنے - اور اُس پر جرح کرنے کی طرف توجہ نہین کرونگا - اور ایسے تمام اقوال و آراء جو محض بحساب قمری اور قمری[3] شمسی کے جو ایک طرح کے کبیسہ پر مبنی ہین ہین اعراض کرتا ہون - اور اُن اقوال پر جو نسئی سے متعلق ہین مین کچھ التفات نہین کرتا - اسلیے کہ یہ بحث اس رسالہ کے اصل مطلب سے خارج ہے - اور اس رسالہ کے ضروری اور اہم مسائل سے اُسکو کچھ تعلق نہین ہے - اور اُن معتبر دلائل سے جنکو مین نے اس رسالہ مین بیان کیا ہے - مجھے ابراہیم بن رسول اللہ صلعم کی وفات کا دن متعین کرنا - اور نیز رسول اللہ صلعم کے مدینہ مین داخل ہونے کا دن متعین کرنا - اور نیز رسول اللہ صلعم کی ولادت کا دن متعین کرنا - آسان ہو گیا - لیکن یہ سب تعینات پولیانی حساب کی رو سے ہونگے اور چونکہ مین عربی مہینون مین یہ تینون[4] واقعات

---

[1] مجموعہ رسائل جمعیۃ الآداب جز ۸ ۴ صفحہ (۶۰۹) ملاحظہ طلب ہے

[2] اخبار ایشیا کا پرچہ اپریل ۱۹۳۲ء ملاحظہ ہو -

[3] نسئی کے معنی تاخیر کے ہین اہل لغت اور اہل تفسیر نے بیان کیا ہے کہ نسئی سے مقصود یہ ہے کہ ماہ محرم کی حرمت کسی اور مہینے مین بالتاخیر رکھی جائے اور مورخون نے خیال کیا ہے کہ نسئی سے مقصود یہ ہے کہ ایک مہینہ آخر سال مین بڑھا دیا جائے تاکہ سال قمری سال شمسی ہو جائے نسئی سے مراد ماہ اضافہ شدہ ہے -

[4] مین نے قسم ثانی مین دو وقت معین کیے ہین جنمین سے ایک خسوف قمری ہے اور دوسرا انقلاب صیفی ہے جو دونون سنہ ۱۰ھ مین وقوع مین آئے ہین - پس مجموعاً وہ اوقات جنمین مین نے اپنی بحث کا موضوع قرار دیا ہے پانچ ہوگئے ہین -

مذکورہ بالا پیش آئے وہ مشہور مہینے تھے جسکی وجہ سے مین نے بلا دقت اُس سے نتیجہ نکال لیا اور مجھے اُس تاریخ کے دریافت کی وقت نہ اُٹھانی پڑی - جو حجۃ الوداع کے ساٹھ سال قبل عموماً تمام عرب مین یا اقل درجہ اہل مکہ مین مستعمل اور مروج تھی - اور مین نے اس کتاب کی دو قسمین کی ہین - قسم اول مین وہ روایات اور تحقیقین ہین جو میرے حساب کی بنیاد ہین - اور قسم ثانی مین وہ دلائل ہین جنکی وجہ سے اُس تاریخ کی تعین پر مین قادر ہوگیا جو قبل اسلام کے عرب مین مروج تھی - اور حضرت عمر رض نے جسکی ایک حد معین کردی تھی - اور اس رسالہ سے مقصود بالذات میری یہی غرض ہے اور رفتہ رفتہ مین نے اس مسئلہ سے متعلق قدما و مولفین کے اقوال کا تفحص اور تجسس کرنے کے بعد اور حیثیت سے اس مسئلہ کی تشریح کردی ہے -

قسم اوّل

مبحث اول

حضرت ابراہیم فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تعین اور تحدید مین بحساب کسوف شمسی حسب ذیل حدیث بخاری سے مروی ہے جسے مین مع اُس شرح کے نقل کرتا ہون جو مین نے (کتاب الکسوف) سے بالاختصار اخذ کیا ہے -

(بیان کیا ہمسے عبداللہ بن محمد) مسندی نے (کہ بیان کیا اُنسے ہاشم بن القاسم نے) جو ابو النضر لیثی ہین - (کہ بیان کیا اُنسے شیبان ابو معاویہ) نحوی نے - بروایت (زیاد بن علاقہ) جنھون نے (مغیرہ بن شعبہ رض) سے سنا کہ وہ فرماتے تھے - حضرت رسول اللہ صلعم کے زمانے مین سورج گہن اُس روز ہوا جس روز ابراہیم (حضرت کے اُن فرزند نے) وفات پائی (جو ماریہ قبطیہ) کے بطن سے تھے - یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے جو سنہ ۱۰ ہجری مین وقوع مین آیا جسے سب تسلیم کرتے ہین - اہل سیر بعض ربیع الاول اور بعض رمضان کے مہینہ کا یہ واقعہ بیان کرتے ہین -

(لوگون نے کہا کہ سورج گہن ابراہیم ع کی موت کی وجہ سے ہوا ہے - حضرت رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ سورج اور چاند کسی کی موت اور حیات سے نہین گہناتے پس بقول شارح ابراہیم ع کی موت ربیع اول یا رمضان سنہ ۱۰ ہجری مین واقع ہوئی ہے - اور کتاب سیرۃ الحلبیہ کے باب اولاد النبی صلعم مین مذکور ہے - کہ سنہ ۸ ہجری مین بماہ ذی الحجہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے رسول اللہ صلعم کے صاحبزادہ ابراہیم ع پیدا ہوئے - اور سنہ ۱۰ ہجری مین اُنھون نے وفات پائی اُنکی عمر مین اختلاف ہے - بعض کہتے ہین کہ ایک سال دس مہینے - چھ دن کے تھے - اور

بعض کہتے ہین کہ اٹھارہ مہینے کے تھے - اور جب سورج گہن اُس دن ہوا تو کسی کہنے والے نے کہا کہ ابراہیمؑ کے انتقال کی وجہ سے یہ سورج گہن ہوا ہے - تب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سورج گہن کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے نہین ہوتا ہے - اور بعض نے یون روایت کی ہے کہ سورج اور چاند خدا کی نشانیان ہین جنکے ذریعہ سے خدا اپنے بندون کو ڈراتا ہے - اور وہ کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے نہین گہناتے اِس روایت کی بنیاد پر ابراہیمؑ کی ولادت ماہِ ذی الحجہ مین ثابت ہوتی ہے - اور اِسی روایت کو اکثر مستند علما اور بڑے بڑے فضلا نے مرجح خیال فرمایا ہے - اور تاریخ عرب کے جزو ثالث مولفہ موسیو کیوسان دو پرسوال مین یہ مذکور ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی جانب اواخر ذیقعدہ مین مراجعت فرمائی - اور مراجعت کے تھوڑے ہی دن کے بعد یعنی اوائل ذی الحجہ مین (آخر مارچ سنہ ۶۳۰ء مین) ماریہ قبطیہ کے بطن سے آپ کے ایک فرزند پیدا ہوئے - جو آپ کی لونڈی تھین - پس بیان ماسبق سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ سب مورخین کا اِسپر اتفاق ہے کہ ابراہیمؑ کی ولادت ماہ ذی الحجہ سنہ ۸ ہجری مین واقع ہوئی - لیکن ابراہیمؑ کی عمر مین مورخین نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہین کہ ایک سال دس مہینے چھ دن کے تھے[۱۵] اور بعض کہتے ہین کہ صرف اٹھارہ مہینے کے تھے - مگر قول آخر الذکر قابل التفات نہین ہے کیونکہ اِس سے یہ لازم آتا ہے کہ ابراہیمؑ کی موت ماہ جمادی الثانی مین واقع ہوئی - جسکا کوئی بھی قائل نہین ہے - اور مین پہلی رائے کو صحیح باور کرتا ہون اور اُسکے سوا کسی اور رائے کو معتبر نہین خیال کرتا کیونکہ جب ہمنے سولہ مہینے اور چھ دن کا عرصہ ذی الحجہ سنہ ۸ ہجری سے حساب کیا تو ماہ شوال سنہ ۱۰ ہجری ہوتا ہے - جو اُس شارح حدیث کے قول کے قریب قریب ہے جسنے بصراحت بیان کیا ہے کہ ابراہیمؑ کی موت ماہ رمضان مین واقع ہوئی - اِس حساب سے صرف ایک مہینہ کا فرق ہوتا ہے - غرضکہ اِس بنیاد پر ابراہیمؑ کی موت یا تو رمضان مین ثابت ہوتی ہے یا شوال مین - لہٰذا ضرور ہوا کہ تعین ماہ کی غرض سے ہم اوضاع فلکی سے مدد لین -

یہ امر ظاہر ہے کہ عربی مہینے قمری ہین - جنمین کبھی لوند کا مہینہ نہین محسوب کیا گیا - یعنی ابتدا سے سنہ ۱ ہجری سے آجتک کوئی مہینہ آخر سال مین زیادہ نہین کیا گیا - پس اگر ہمنے اِس بنیاد پر عربی حساب سے وقت معین فرض کیا اور وہان سے رجعت قہقری کی تو ہمکو بہ مقتضائے

---

[۱۵] چنانچہ مسعودی نے مروج الذہب مین لکھا ہے کہ ابراہیم (۱۶) مہینے اور آٹھ دن زندہ رہے

حساب فلکی کے یہ دریافت ہوا کہ مدینہ مین اواخر شوال مین کسوف واقع ہوا ہے - اور رمضان مین اُسکا وقوع ہو ہی نہین سکتا جس سے ثابت ہوا کہ ابراہیم ؑ کی موت ماہ شوال مین واقع ہوئی تھی - اور جب ہمنے اِس حساب کو بہت ہی غور اور بار یک نظر سے دیکھا تو ہمکو ظاہر ہو گیا کہ مدینہ مین (۸) ساعت (۳۰) دقیقہ پر نصف شب کے بعد ۲۷ - جنوری ۶۳۲ء مین کسوف ہوا تھا - پس یہ فلکی مسئلہ ہے - جسکو ہمنے ثابت کیا ہے - جسے تم اپنے دل مین رکھو -

مبحث دوم
ہجرت کے وقت کے تعین کے بیان مین

حسب ذیل حدیث صاحب سیرۃ الحلبیہ سے مروی ہے -

"حافظ نصیر الدین نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ مدینہ منورہ مین عاشورہ کے دن تشریف لائے اور اُس دن یہود روزہ دار تھے - آپنے پوچھا کہ یہ کیسا روزہ ہے - یہودیون نے کہا کہ اِس دن خدائے فرعون کو غرق کیا تھا - اور موسیٰ ؑ کو نجات دی تھی - تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہم (بہ نسبت تمھارے) موسیٰ ؑ کے زیادہ مستحق ہین اور آپ نے اُس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا یہ حدیث صحیح ہے - بخاری اور مسلم دونون مین مذکور ہے - اور ممکن ہے کہ مدینہ سے قبا مراد ہو یا خاص مدینہ ہی مراد ہو"

اِس غرض سے کہ تم اِس فائدہ سے مطلع ہو جاؤ جو اِس حدیث مین متضمن ہے - ضرور ہے کہ پہلے تم اِس امر کو سمجھ لو کہ اِس عاشورہ سے کیا مراد ہے - جو عاشورا رسول اللہ صلعم کے مدینہ مین داخل ہونے کے روز پڑتا ہے - اگر مطابقت عاشورہ مصطلحہ مسلمین کے دہم محرم تسلیم کرین تو یہ حدیث اُس روایت کی متناقض ہوگی جسکی رو سے ہجرت ماہ ربیع الاول مین واقع ہوئی ہے - چنانچہ اکثر صحیح روایتین اسپر دال ہین - تب ضرور ہوا کہ ہم اِس امر کو دریافت کرین

---

[۱] اور اُس روز زیادہ سے زیادہ آفتاب کا روشن حصہ تقریباً ساڑھے ۳ اُس انگل تھا مدینہ منورہ کے خطوط طول اور عرض اگرچہ بتبین خاص غیر متعین تھے - مگر ہم نے اپنے حساب سے ۳۷ - ۳۹ طول شرقی خط نصف النہار قرار دیا ہے اور ۲۴ - ۵۵ عرض شمالی جیسا کہ نقشۂ جدید سے ظاہر ہے ۱۲ منہ

[۲] عاشوراء سے مسلمانون کے نزدیک دہم محرم مراد ہے - مگر عرب کے یہود دہم تشرین کو کہتے ہین جو اُنکے مدنی سال کا پہلا مہینہ ہے - اور اُنکے دینی سال کا ساتوان مہینہ ہے ۱۲ منہ

کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ مین عاشوراء بجز دہم محرم کے سال مین کسی اَور دن کو بھی کہتے تھے ۔ اور ہم جو عنقریب نصوص اور دلائل بیان کرینگے اُنسے بخوبی اُس عاشوراء کے حقیقی معنی متعین ہو جائینگے ۔ جسنے اِس حدیث پر ابہام کا پردہ ڈال دیا ہے ۔ اور لوگون کی سمجھ کو وہم مین مبتلا کر دیا ہے ۔ بلکہ یہ وہی دلائل ہین جنکو صاحب سیرۃ الحلبیہ نے روایت سابقہ کے بیان کرنے کے بعد اِس طرح بیان کیا ہے ۔

"اِس امر مین کہ رسول اللہ نے یہود کو اُس دن روزہ دار پایا ۔ ایک اشکال ہے ۔ کیونکہ یوم عاشوراء دہم محرم یا بقول ابن عباس رضہ نہم محرم ہے ۔ پھر ربیع الاول مین ہجرت کیونکر ہوئی ۔ اِسکا جواب یون دیا گیا ہے کہ یہود کے سنہ شمسی تھے قمری نہ تھے ۔ تو عاشوراء جو محرم کی دسوین کو کہتے ہین اور جس دن فرعون غرق ہوا تھا اُسمین یہ قید نہین لگائی جاسکتی کہ وہ دہم محرم ہی کو ہوا کرے ۔ بلکہ اُس زمانے مین بھی اتفاق سے عاشوراء آگیا تھا ۔ یعنی جس دن رسول اللہ صلعم تشریف لائے اُس دن عاشوراء تھا ۔ جسکی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ نے خود اُنسے دریافت فرمایا ۔ اگر یہ دن معمولی عاشوراء کا دن ہوتا تو آپ کاہے کو اُنسے دریافت فرماتے ۔ جس سے اِس مضمون کی تائید ہوتی ہے طبرانی نے معجم الکبیر مین بروایت خارجہ بن زید بیان کیا ہے ۔ جو اپنے والد سے روایت کرتے ہین کہ اُنھون نے بیان کیا کہ عاشوراء کا وہ دن نہین ہے جسکو عام طور پر لوگ عاشوراء کہتے ہین ۔ بلکہ یوم عاشوراء اُس دن کو کہتے تھے جس دن کعبہ پر پردہ ڈالتے تھے ۔ اور حبشی لوگ اُس دن رسول اللہ صلعم کے سامنے کھیلا کرتے تھے ۔ اور سال بھر مین ایسا دن ایک دفعہ آتا تھا ۔ اور لوگ فلان یہودی کے پاس آکر اُس سے وہ روز دریافت کرتے تھے ۔ جب وہ یہودی مر گیا تو لوگ زید بن ثابت کے پاس آکر اُنسے یہ دریافت کرتے تھے" (کہ پردہ کس دن پڑیگا)

مذکورۂ بالا بیان سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ یوم عاشوراء جسکی تحقیقات ہمکو منظور ہے وہ یہود اور مکہ کے عرب کے نزدیک سنہ قمریہ شمسیہ مین ایک دن معین ہے ۔ اب باقی رہی یہ بات کہ ہم اِس امر کو دریافت کرین کہ کس مہینے مین اور کس دن رسول اللہ صلعم مدینہ مین تشریف فرما ہوئے ۔ بیرونی نے کتاب الآثار مین بیان کیا ہے کہ "بعض لوگ کہتے ہین کہ لفظ عاشوراء عبرانی لفظ ہے ۔ جو معرب ہے عاشور کا ۔ جو یہود کی تشری کی دسوین تاریخ ہے ۔ جس دن یہود

روزہ رکھنے کو بہت ہی موجب ثواب خیال کرتے تھے۔ جب عرب کے مہینون مین اسکا اعتبار کیا گیا تو اِنکے پہلے مہینے مین دسوان روزہ مقرر کردیا گیا۔ جس طرح سے کہ یہود کے پہلے مہینے کا دسوان روز یوم عاشورا ہے"۔ پس ان تمام مذکورۂ بالا بیانات سے یہ نتیجہ نکلا کہ رسول اللہ مدینہ منورہ مین دہم تشری کو تشریف فرما ہوئے۔ اور توراۃ مین اسی دن کا روزہ فرض کیا گیا تھا۔ اور ہمیشہ سے اب تک اسی دن کا روزہ رکھا کرتے ہین۔ اور اسکو موجب ثواب خیال کرتے ہین۔ اور میرے نزدیک یہ نتیجہ عین حقیقت ہے۔ اور یہ جو احادیث مین وارد ہوا ہے۔ کہ وہ دوشنبہ کا دن تھا یہ بالکل صحیح ہے جسمین کوئی شبہہ نہین۔ اور تقویم میلادی مین اس واقعہ کے تعین وقت کے لیے کوئی بحث باقی نہین رہتی سوا اسکے کہ سنہ[۹۱] یہود کے روز دہم کا سنہ ۶۲۲ء سے مقابلہ کیا جاوے کہ کونسی تاریخ واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ اسمین تو شک نہین کہ ہجرت اسی سنہ مین واقع ہوئی۔ اور حساب[۹۲] سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دن (۲۰) ستمبر کے مطابق تھا۔ اور اسدن باعتبار انفصال کے قمری مہینے کی آٹھوین تاریخ تھی۔ اسلیے کہ بحساب پاریس (۱۱) ستمبر کو ہفتہ کے دن نصف شب کے تقریبًا[۹۳] ایک ساعت کے بعد نیرین کا اجتماع ہوا۔ اس روز لوگ چاند کو آنکھ سے نہین دیکھ سکتے تھے۔ البتہ یکشنبہ کی شام کو (۱۲) سے (۱۳) ستمبر تک لوگون نے چاند دیکھا۔ تو اس حساب سے دوشنبہ کو (۱۳) ستمبر اور ماہ ہلالی کی پہلی تاریخ قرار پائی۔ مورخین اور راویون نے رسول اللہ کے مدینہ مین داخل ہونے کی تاریخ کے تعین مین اختلاف کیا ہے۔ کہ اس دن ربیع الاول کی (۲) تاریخ تھی۔ یا (۸) یا (۱۲) لیکن اس بات پر سب متفق ہین کہ وہ دوشنبہ کا دن تھا۔ اور میری راے یہ ہے کہ مین تواریخ مذکورۂ بالا مین سے اسی تاریخ کو ترجیح دون جو حساب کی رو سے دوشنبہ کے دن واقع ہو۔ اور چونکہ حساب کی رو سے ربیع الاول کی (۲) یا (۱۲) تاریخ کسی طرح دوشنبہ کے دن واقع نہین ہوسکتی لہذا بالضرور یہ بات متعین ہوگئی کہ (۸) ربیع الاول روز دوشنبہ اس واقعہ کے وقوع کا دن ہے جسکا نتیجہ یہ نکلا

---

۹۱ جو سنہ ۴۳۸۳ ابتداے خلقت کا اُنکے حساب کے بموجب ہے ۱۲ منہ

۹۲ اس حساب سے مراد حساب مندرجۂ تقویم الیہود جزر ۲۶ ہے جو علماے اجانب جمعیۃ الطبیعۃ الملوکیہ کے مجموعہ مین شامل ہے۔

۹۳ بعضون نے مدینہ کے حساب کے بموجب تقریبًا ایک نیم ساعت قبل از نصف شب بیان کیا ہے ۱۲ منہ

کہ ہجرت یا رسول اللہؐ کا مدینہ منورہ مین داخل ہونا بتاریخ (۸) ربیع الاول روز دوشنبہ
مطابق (۲۰) ستمبر ۶۲۲ء مطابق (۱۰) تشری ۴۳۸۳ پیدائش ہوگا - اور مین اسکو مفید
مطلب خیال کرتا ہون اس موضوع سے تجاوز کرنے سے قبل مذکورۂ بالا بیان کے ساتھ بعض ایسی
باتین بیان کرتا ہون جو قابل لحاظ ہین - اور جنکو حدیث مذکورہ کے ساتھ پورا تعلق ہے قاری کو
متنبہ ہونا چاہیے کہ صحیح بخاری اور مسلم کا اس حدیث کو مکرر مختلف طریقون سے روایت کرنا
ممکن ہے کہ اسکی صحت کے لیے بمنزلہ برہان کے قرار پائے - لیکن بعض باتون مین توراۃ سے مخالفت
ہوتی ہے - اسطرح کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ یہ کیا دن ہے تو یہودیون نے کہا کہ یہ وہ دن ہے جس دن
خدا نے فرعون کو غرق کر دیا تھا اور موسٰیؑ کو نجات دی تھی - یہ اُسکے متناقض ہے جو کتاب یہود
مین مذکور ہے کہ حضرت موسٰیؑ نے بحر احمر کو (۲۱) ماہ نیسان مین عبور کیا تھا - جو فصح یہود کے
بعد ساتوان دن تھا - اور ہمنے حدیث کی شرح مین یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ دن ماہ تشری کی
دسوین تاریخ تھا - پس کیا توراۃ سے عدم موافقت حساب کی وجہ سے حدیث کی
صحت مین کچھ خلل ہوسکتا ہے ہرگز نہین اور کبھی نہین - ابن عباس رضؓ نے تو وہی بیان کیا
جو انھون نے یہودیون کو کرتے ہوئے دیکھا یا اُنسے سُنا - البتہ اسمین شک نہین کہ وہ یہود
کم علم تھے - غایت الامر یہ ہے کہ وہ یہود اُس دن یعنی دہم تشری کے روزہ کی فرضیت کے
سبب سے ناواقف تھے - علاوہ اسکے توراۃ کی یہ مخالف عبارت بالکل ساقط الاعتبار
ہوجاتی ہے اُس حدیث کی رو سے جسکو بخاری نے دوسرے مقام پر ابوموسٰی اشعری رضؓ
سے روایت کیا ہے - جو ایک مشہور صحابی ہین اور حدیث حسب ذیل ہے -

"ہمسے احمد یا محمد بن عبد اللہ الفدانی نے بیان کیا کہ اُنسے حماد بن اسامہ نے بیان کیا -
اُنسے ابوعمیس نے بیان کیا جو قیس بن مسلم سے روایت کرتے ہین جو طارق بن شہاب سے
روایت کرتے ہین جو ابوموسٰی اشعری رضؓ سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے بیان کیا - رسول اللہؐ
مدینہ مین پہونچے تو وہان یہود لوگ یوم عاشوراء کی عظمت کرتے تھے - اور اُس دن روزہ
رکھتے تھے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہم اس دن روزہ رکھنے کے زیادہ مستحق ہین غرض کہ آپنے
اُس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا"

در اصل یہ بات ہے لیکن بعض علماء اس حدیث کی اصل حقیقت کو اُس طرح نہ سمجھ سکے
جس طرح سے ہمنے بیان کیا ہے اور اُنکے قدم اصل راستہ سے پھسل گئے - اور ایسی باتین

بیان کین جنکو عقلا نے ناپسند کیا - اور اس طرح بہکی باتین کرنے لگے جیسے اندھیری رات
مین کوئی اصل راستہ سے بھٹک جاتا ہے - کیونکہ اُنھون نے یہ مان لیا کہ ہجرت دسوین محرم
کو واقع ہوئی جو ماہ تشری کی دسوین تاریخ تھی - اور بیرونی صاحب کتاب الآثار نے اس
موافقت اور اجتماع کو محال ثابت قرار دیا ہے - جسکی بنیاد پر رائے مذکور مبنی ہے - اور اُنکے
قول کے فساد کو بیان کیا ہے - اور کافی طور پر اُسکی تردید کی ہے - حتی کہ ابن عباس رضؓ کی
روایت پر بھی تقریبًا طعن کیا ہے - جو بیان حسب ذیل ہے -
روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صؐ جب مدینہ منورہ مین تشریف لائے تو آپ نے یہودیون کو
عاشورہ کے دن روزہ دار پایا تو آپ نے اُنسے اُس روز کے روزہ کی کیفیت دریافت
فرمائی اُنھون نے آپ سے بیان کیا کہ یہ وہ دن ہے جس دن خدا نے فرعون کو مع اُسکی
قوم کے غرق کیا - اور موسیٰؑ کو مع اُنکے ساتھیون کے نجات دی تو رسول اللہ صؐ نے فرمایا کہ
ہم بہ نسبت یہودیون کے موسیٰؑ کے زیادہ مستحق ہین اور آپنے خود روزہ رکھا - اور اپنے اصحاب
کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا پھر جب رمضان کے روزہ فرض ہوئے تو آپ نے نہ یوم عاشورا
کے روزہ سے منع فرمایا نہ روزہ رکھنے کا حکم دیا - جو روایت صحیح نہین ہے جسکے غیر صحیح ہونے
پر حساب شاہد ہے - کیونکہ یکم محرم سنہ ہجری کو جمعہ کا دن تھا - جو (۱۶) ماہ تموز سنہ ۹۳۳ اسکندری
کے مطابق تھا - اور اُس سنہ مین اگر ہم سنہ یہود کا حساب لگائین تو اتوار کے دن ایلول
کی (۱۲) تاریخ ہوتی ہے - جو (۲۹) صفر کے مطابق ہے - تو صوم عاشورا یہود سہ شنبہ بتاریخ
(۹) ربیع الاول واقع ہوگا - اور رسول اللہ صؐ کی ہجرت ربیع الاول کے نصف اول مین واقع
ہوئی تھی - اور رسول اللہ صؐ سے روز دوشنبہ کے روزہ رکھنے کی نسبت دریافت کیا گیا تھا -
تو آپنے فرمایا - کہ یہ وہ دن ہے جس دن مین پیدا ہوا تھا - اور اسی دن مین مبعوث ہوا -
اور اسی دن قرآن شریف مجھپر نازل ہوا - اور اسی دن مین نے ہجرت کی - اب اسمین اختلاف
ہے کہ کون سے دوشنبہ کے روز ہجرت واقع ہوئی - بعض لوگون نے (۲) ربیع الاول خیال کی ہے
اور بعض نے (۸) ربیع الاول اور بعض نے (۱۲) ربیع الاول - لیکن ان سب مین (۸)
ربیع الاول متفق علیہ ہے - کیونکہ حساب کی رو سے (۲) اور (۱۲) کو روز
دوشنبہ نہین پڑتا - اسلیے کہ اُس سال ربیع الاول کی پہلی تاریخ دوشنبہ کے روز تھی پس
تقریر سابق کے بموجب رسول اللہ صؐ کا مدینہ مین تشریف لانا یوم عاشورا سے ایک دن قبل

ثابت ہوگا۔ اور محرم مین تو اُسکے وقوع کا اتفاق ہی نہین ہوا ہے بجز اُس سال کے نہ چند سال قبل
اور نہ چند سال بعد۔ تب یہ کہنا کیونکر جائز ہوگا کہ رسول اللہ صلعم نے عاشورہ کا روزہ رکھا
اِسوجہ سے کہ اُس سال یہ دسوین محرم کو واقع ہوگیا تھا۔ یہ تو اُسی وقت ممکن ہوسکتا ہے کہ
یہود کے اول مہینے کو عرب کے اول مہینے مین اتفاقی طور پر ملا دیا جاے۔ اور اِسی طرح ہجرت
کے دوسرے سال عاشورہ ماہ ایلول مین ہفتہ کے دن واقع ہوا تھا۔ اور اُس روز ربیع الاول
کی (۹) تاریخ تھی۔ تب جو اُن علما نے اِس موقعہ پر اُن دونون عاشوروں کا باہم مجتمع
ہونا بیان کیا ہے وہ ہر طرح سے محال ہے۔ اور یہ قول کہ خدا نے اُسدن فرعون کو غرق کیا تھا
اِسکے خلاف توراۃ مین یہ مندرج ہے کہ فرعون (۲۱) ماہ نیسان کو غرق کیا گیا جو ایام
فطیر کا ساتوان دن ہے۔ اور فصح یہود کا پہلا دن رسول اللہ صلعم کے مدینہ مین تشریف لانے
کے بعد سہ شنبہ کے روز بتاریخ (۲۲) ماہ آذار ۹۳۳ء[5] اسکندری تھے۔ جو (۱۷) رمضان کے
مطابق ہے اور فرعون کے غرق کا دن ۲۳۔ رمضان ہے۔ اِسکے بعد بخوبی واضح ہوگیا
کہ اُنکی یہ روایت کی توجیہہ ممکن نہین "۔ انتہی کلام بیرونی۔

بیان مذکورۂ بالا سے تمکو معلوم ہوگیا کہ وہ خود اُس طعن مین شریک ہوگئے جو اُنھون نے
علما پر کیا تھا اِسلیے کہ اُنکے اقوال کا مآل یہی ہے کہ رسول اللہ صلعم مدینہ مین یہود کے عاشورہ
کے دن داخل ہوئے۔ اور مسلمانون کے عاشورہ کا بھی وہی دن ہے۔ اور خدا نے موسیٰ ع
کو اُسی دن نجات دی تھی۔ اِسلیے کہ اُنھون نے بیان کیا ہے کہ " یہ روایت صحیح نہین ہے۔
حساب اِسکا شاہد ہے " اور اِسکی تین دلیلین اُنھون نے بیان کی ہین۔ اول یہ کہ دونون عاشوروں
کا باخود باہم موافق اور مجتمع ہونا۔ دوسرے یہ کہ یہود کا عاشورا سہ شنبہ کے روز تھا۔ اور
رسول اللہ صلعم مدینہ مین دوشنبہ کے روز تشریف لائے جو اُس سے ایک دن قبل تھا۔ تیسرے
یہ کہ غرق فرعون سے موسیٰ کو اِس دن نجات نہین ہوئی تھی۔ اور یہ وجوہ جنسے اُنھون نے
حدیث کی عدم صحت پر استدلال کیا ہے۔ اُنکے مدعا کی مثبت نہین ہین۔ اور نہ اُنسے اُنکی
رائے کی کوئی برہان قایم ہوتی ہے۔ پس کیونکر اُس سے کوئی بات ثابت قرار دیجا سکتی ہے
وہ تو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

اب عنقریب تمکو اِس مسئلہ کی اصل حقیقت معلوم ہوجائیگی تم ذرا کان لگا کر سنو۔ اور غور کرو دلیل ذیل۔

[illegible] ۱۴۳

[5] (۹۳۳) غلط ہے (۹۳۴) صحیح ہے۔ ۱۲ منہ

یعنی دونون عاشوروں کا باہم مجتمع ہونا یہ کوئی حدیث کی عدم صحت کی دلیل نہین ہوسکتی - کیونکہ حدیث
نے اسکی جانب کہین اشارہ تک نہین کیا ہے - سب سے بڑی بات جو اس سے ثابت ہوتی ہے وہ یہی ہے
کہ دونون عاشوروں کا باہم مجتمع کرنا اُن لوگون کی خطا ہے - جو یہ خیال کرتے ہین کہ حدیث سے دونون
عاشوروں کا اجتماع ثابت ہوتا ہے - اور پھر حدیث کو بھی صحیح تسلیم کرتے ہین - بیرونی کی غرض
اس بیان سے سوا اسکے اور کچھ نہین ہے کہ وہ دونون عاشوروں کے اجتماع کو محال ثابت
کرے - اُسکے سیاق کلام سے ناحق بلا دلیل بظاہر حدیث مین قدح معلوم ہوتی ہے اور
دوسری دلیل بھی صحیح نہین ہے - کیونکہ اُسکے حساب سے حساب کی قوت اور ضعف نہین
معلوم ہوتا - کیونکہ جب ہم حساب لگاتے ہین تو ظاہر ہوتا ہے کہ سنہ یہود کے تشری کی پہلی
تاریخ جسکی ابتدا اول سنہ ہجری مین تھی ہفتہ کے دن (۱۱) ایلول تھی جو (۱۱) ستمبر اور
انتہا صفر کے مطابق ہے - اور یکشنبہ کو (۱۲) ایلول نہین تھی - جیسا کہ بیرونی نے بیان
کیا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عاشورا تشری کی دسوین[۱۰] پیر کے دن (۸) ربیع الاول کو تھا
نہ یہ کہ منگل کے دن (۹) ربیع الاول کو جیسا کہ بیرونی نے خیال کیا ہے - اور تیسری وجہ کو
تو ہم اسی مبحث مین اوپر بیان کر چکے ہین کہ وہ کسی طرح حدیث کی صحت کے لیے مضر نہین ہے
پس مذکورہ بالا بیان سے یہ امر صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ بیرونی کے لیے تینون دلائل مذکورہ
مین سے کوئی دلیل مفید مطلب نہین ہے - اُنکے کلام کا مآل یہی ہے کہ آپ نے جنکے کلام پر رد و
قدح کیا ہے اُنھین کا شریک بنگیا ہے - باوجود اسکے کہ آپ نے اُنکے کلام کی تنقیص اور تردید
مین حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے - جیسا کہ اوپر مذکور ہوچکا ہے - اور ان سب سے قطع نظر کرکے
ممکن ہے کہ ہم اور دوسرے طریقون سے اسکو ثابت کرین کہ درحقیقت رسول اللہ صلعم مدینہ
مین (۲۰) ستمبر سنہ ۶۲۲ء کو داخل ہوئے جو دہم تشری کے مطابق ہے - جو یہودیون کے نزدیک
عاشوراء کا دن ہے - پہلا طریقہ یہ ہے جسکو مسعودی نے مروج الذہب مین بیان کیا ہے
کہ تاریخ یزدجرد اور تاریخ ہجرت کے مابین (۳۶۲۴) دن کا تفاوت ہے "اور اس
بات پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلعم کی تشریف آوری محرم کی پہلی تاریخ سے جو
تاریخ ہجری کا پہلا مہینہ ہے (۶۷) وین دن تھی - پس اسوقت تاریخ ہجری اور تاریخ
یزدجرد کے مابین جو (۳۶۲۴) دن کا فرق ہے بعد وضع (۶۷) کے (۳۵۵۷) دن کا فرق باقی رہتا ہے
اسطرح ۳۶۲۴ - ۶۷ = ۳۵۵۷ - اور جب اول تاریخ یزدجرد کی منگل کے دن (۱۶) جون سنہ ۶۳۲ء کو

رسول اللہ کی وفات کے (۸) یا (۹) دن کے بعد تھی تب بمقابلہ ہجرت کے دن کے یولیانی دن کی شناخت کے لیے یہ کافی ہے کہ ہم (۳۵۵۷) دن کو ابتداء (۱۲) یونیو ۳۲۲ء سے پیچھے کی طرف ہٹا کر حساب کرنا شروع کرین تو انتہائے عمل کے بعد جو دن ہمکو ملیگا وہ (۲۰) ستمبر ۶۲۲ء ہوگا جو پیر کا دن ہوگا - جس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ کی مدینہ مین تشریف آوری دوشنبہ کے دن (۲۰) ستمبر ۶۲۲ء مین ہوئی تھی جو یہود کی (۱۰) تشری کے مطابق ہے - دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مین نے کسی عربی کتاب نمبری ۱۱۳۱ مین دیکھا ہے جو پیرس کے کتب خانہ کی تھی جسکی عبارت حسب ذیل ہے -

"درمیان اُس سنہ کے پہلے دن کے (جسمین حمل کے پہلے دقیقہ مین آفتاب تھا (یا اعتدال ربیعی کے وقت) اُس سنہ سے جو پہیرا ور دال علی الملتہ کے انتقال کا ہے - (جو زحل سے مشتری کے اقتران کا زمانہ ہے اور جو رسول اللہ کی ولادت کے وقت ہوا تھا) اور درمیان سنہ ہجری کے پہلے دن کے (نا) سنہ فارسی (یعنے ۱۵ سنہ فارسی) چار مہینے اور تین دن اور (۱۴) ساعت ہین (صحیح آٹھ دن ہین اور (۱۶) ساعتین")

مین کہتا ہون کہ اعتدال ربیعی جو مذکور ہوا ہے - اُسکے بعد ہی مشتری کا زحل سے اقتران ہوا ہے اور حساب سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ قبل ولادت رسول اللہ کے (۲۹) یا (۳۰) مارچ ۵۷۱ء کو قران واقع ہوا تھا - جیسا کہ ہم آیندہ بیان کرینگے - اور حساب سے ہمکو معلوم ہوا کہ حسب زمانہ وسطی مدینہ منورہ مین (۱۹) مارچ ۵۷۱ء کو (۱۵) ساعت (۱۱) دقیقہ بر نصف شب کے بعد اعتدال واقع ہوا تھا - اُسوقت سنہ ہجری کے محرم کی پہلی تاریخ (۱۹) مارچ (۱۵) ساعت (۱۱) دقیقہ ۵۷۱ء کے بعد او ۱۵ سنہ فارسی اور چار مہینے آٹھ دن اور (۱۶) ساعت کے بعد ہوگی - اور چونکہ سنہ فارسی (۳۶۵) دن کے برابر ہے تو جب ہمنے اِس مدت زمانیہ کو ایام مین تحویل کر دیا تو (۱۸۷۴۳) دن اور (۱۶) ساعت حاصل ہونگے - اور چونکہ ہجرت محرم کے دو مہینے (۸) دن کے بعد واقع ہوئی ہے تو ہجرت اور اعتدال ربیعی کے مابین (۱۸۷۴۴) + ۶۷ - یعنی (۱۸۸۱۱) دن ہونگے - اور یہ بات پہلے ہی معلوم ہوچکی ہے کہ اعتدال ربیعی (۱۹) مارچ ۵۷۱ء کو واقع ہوا تھا - جس سے ثابت ہے کہ ہجرت دوشنبہ کے روز (۲۰) ستمبر ۶۲۲ء کو واقع ہوئی - جو (۱۰) تشری کے مطابق ہے - جو یہود کے بڑے روزہ کا دن ہے -

مبحث سوم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے بیان میں

چونکہ مجھے قطعی روایتیں درباب تعین یوم ولادت رسول اللہ ﷺ کے نہیں ملیں۔ لہذا ناگزیر مجھے اس مبحث میں ایسے دلائل اور نصوص بیان کرنے پڑے جنکو اس بیان سے تعلق ہو۔

(۱) پہلی دلیل۔ سیرۃ الحلبیہ کے جزو اول میں حسب ذیل بیان مذکور ہے۔

"قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے پیر کے دن سے متعلق دریافت کیا۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ یہ وہی دن ہے جس دن میں پیدا ہوا ہوں۔ ابن بکار اور حافظ ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔ کہ یہ طلوع فجر کا واقعہ ہے اور یہ عبدالمطلب جد رسول اللہ ﷺ کا قول بھی اسی پر دال ہے جو انہوں نے فرمایا وُلِدَ لِیَ اللَّیْلَۃَ مَعَ الصُّبْحِ مَوْلُوْدٌ یعنے (رات کو صبح ہوتے ہوتے میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا)۔ اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نصف النہار کے وقت پیدا ہوئے جس دن تک ربیع الاول کی (۱۲) راتیں گزر چکی تھیں اور ربیع کی فصل تھی۔ اور بعض نے اس باب میں آپکے اشعار کا تذکرہ کیا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

یقول لنا لسان الحال منہ	وقول الحق یعذب للسمیع
فوجہی والزمان وشہر وضعی	ربیع فی ربیع فی ربیع

"ہمسے لسان الحال یہ احوال کہتی ہے اور سچی بات سننے والے کو میٹھی معلوم ہوتی ہے پس یہ میرا چہرہ اور زمانہ اور میرے ظہور کا مہینہ مہر وشن ہے۔ جو (فصل) ربیع اور ماہ ربیع (الاول میں) ہے * اور اسی پر سب کا اتفاق ہے اور اب تک عموماً تمام شہروں میں اور خصوصاً اہل مکہ کا اسی پر عملدرآمد ہے۔ اسلئے کہ موقع ولادت رسول اللہ ﷺ کی زیارت کیا کرتے ہیں۔ اور بعض کا بیان ہے کہ ربیع الاول کی (۱۰) راتیں گزرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی۔ اور بعض کا بیان ہے۔ کہ ربیع الاول کی (۱۷) راتیں گزرنے کے بعد رسول اللہ کی ولادت ہوئی۔ اور حافظ دمیاطی نے اسی کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ربیع الاول کی (۸) راتیں گزری تھیں۔ ابن وحیہ کہتے ہیں کہ سوا اسکے اور کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔ اور اسپر سب اہل تاریخ کا اتفاق ہے"

پس اس بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کی ولادت ربیع کی فصل میں (۸) یا (۱۰) یا (۱۲) ربیع الاول کو ثابت ہوتی ہے بقول ایسے ثقہ اور معتبر لوگوں کے جنکی رائے کی صحت پر پورا اعتبار

ہوسکتا ہے۔ اور جنکے اقوال پر پورا بھروسہ کیا جاسکتا ہے ۔

(۲) دوسری دلیل ۔ اسی کتاب سیرۃ الحلبیہ مین مذکور ہے جو حسب ذیل ہے ۔

"حلیمہ رض نے کہا کہ مین مکہ مین رسول اللہ صلعم کی والدہ کے پاس آئی ۔ جب آپکی عمر دو برس کی تھی ۔ اور میری انتہا ہی تمنا تھی کہ رسول اللہ ہمارے ہی ہان رہین ۔ اسلیے کہ آپکے میرے ہان رہنے سے بڑی برکت ہوتی تھی مین نے آپکی والدہ سے یہ عرض کی کہ آپ ہمکو اجازت دیجیے کہ ہم اور ایک سال کے لیے رسول اللہ کو لیجائین کیونکہ مجھے انکی نسبت یہ ڈر ہے یعنی مین ڈرتی ہون کہ کہین مکہ کی آب و ہوا انھین ناموافق ہو اور وہ بیمار ہو جائین ۔ اسکے بعد مین نے ایک دھنی حتی کہ آپکی والدہ نے آپکو میرے ساتھ کردیا ۔ حلیمہ فرماتی ہین کہ مین آپکو لے آئی ۔ تو خدا کی قسم مجھے آپکو لاکر چند ہی مہینے گذرے تھے (اور ابن اثیر نے کہا کہ آپکو دو یا تین مہینے گزرے تھے) کہ آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریون مین تھے (اور یہ محب طبری کے اس قول کے منافی نہین ہے کہ جب آپ دو برس کے ہوئے کیونکہ انھون نے کسر کو ساقط کردیا ہے) تو ایک دن آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہمارے گھر کے پیچھواڑے بکریون مین تھے کہ اتنے مین آپکا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور اپنے باپ سے کہنے لگا کہ میرے قریشی بھائی کو دو آدمی پکڑ کر لیگئے جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ان دونون نے انکو لٹا کر انکا پیٹ چاک کر ڈالا ۔ حلیمہ کہتی ہین کہ اسکے سنتے ہی مین اور لڑکے کا باپ دونون آپکی طرف دوڑے تو ہمنے آپ کو کھڑے ہوئے پایا ۔ لیکن آپکا چہرہ متغیر تھا ۔ حلیمہ کہتی ہین کہ ہم آپ کو وہان سے اپنے گھر لے آئے ۔ اور لڑکے کے باپ نے مجھ سے کہا کہ اے حلیمہ مین ڈرتا ہون کہ کہین اس لڑکے کو کوئی صدمہ نہ پہونچ جائے ۔ قبل اسکے کہ انکو کوئی صدمہ پہونچے تم انکو انکے گھر پہونچا آؤ ۔ حلیمہ فرماتی ہین کہ مین نے رسول اللہ کو مکہ مین آپکی والدہ کے پاس پہونچا دیا ۔"

اور اسی کتاب سیرۃ الحلبیہ کے دوسرے مقام پر حسب ذیل بیان مذکور ہے ۔

"حلیمہ رض سے مروی ہے کہ جب وہ رسول اللہ صلعم کو مکہ سے واپس لائین تو وہ آپ کو کہین دور جگہ جانے نہ دیتی تھین ایک دن جو اتفاقاً وہ آپ سے غافل ہوگئین ۔ اور ٹھیک دوپہر کو جو آپ کو نہ پایا ۔ تو آپ کی تلاش کے لیئے باہر نکلین تو دیکھا کہ آپ کی رضاعی بہن (جنکا نام شیما تھا) آپ کو حسب ذیل الفاظ سے کھلا رہی ہین ۔

ھذا اخ لی لم تلدہ امی * ولیس من نسل ابی و عمی * فانمہ اللھم فیما تنمی *"

"یہ تو میرا بھائی ہے اگرچہ اسکو میری ماں نے نہیں جنا ہے اور اگرچہ یہ میرے باپ چچا کی نسل سے نہیں ہے یا اللہ تو اسکو بڑھا جس طرح تو بڑھاتا ہے" تو حلیمہ نے کہا کہ ایسی گرمی مین ایسا لڑکا رہنے کے قابل نہیں ہے"

جس سے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حلیمہ کا آپکو مکہ سے واپس لانے کے بعد ہوا جسوقت آپکی عمر دو برس کی تھی اور جب آپ اپنی والدہ کے پاس واپس لائے گئے تو اسوقت آپکی عمر دو سال کچھ مہینے کی تھی - (اور بقول ابن اثیر کے آپکی عمر دو برس دو مہینے یا تین مہینے کی تھی) اور یہ روایت اس امر پر دال ہے کہ جس وقت آپ کی رضاعی بہن آپکو ایسی سخت گرمی مین لیکر باہر نکلی تھین جسکی وجہ سے حلیمہ آپ کی دائی نے آپکی نسبت ضرر پہونچنے کا خوف ظاہر کیا تھا - اسوقت آپکی عمر دو سال سے کم - اور دو برس تین مہینے سے زیادہ نہتھی - پس اسمین ذرا شک نہین ہے کہ یہ واقعہ گرمیون کی فصل مین یا ایسے وقت مین واقع ہوا تھا جو فصل گرما سے بہت ہی قریب زمانہ تھا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول اللہ کی ولادت فصل ربیع مین تھی - میری رائے مین یہ نتیجہ زیادہ تر قریب بہ صحت ہے بہ نسبت دلیل اول اور اُن دلائل کے جو آیندہ مذکور ہونگی -

(۳) تیسری دلیل - امام شیخ شمس الدین محمد بن سالم مشہور بہ خلالی کتاب جفر الکبیر مین بیان فرماتے ہین جو حسب ذیل ہے -

"یہ بات صحیح طریقہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ماہ ربیع الاول مین (۲۰) ماہ نیسان عام الفیل مین زمانہ کسریٰ نوشیروان مین پیدا ہوئے جب آپکی عمر چالیس (۴۰) برس کی ہوئی - اور جس دن آپ منجانب اللہ مبعوث برسالت ہوئے وہ دوشنبہ کا دن تھا - پھر جب آپکی عمر (۵۳) برس کی ہوئی تو آپنے مدینۂ منورہ کی جانب ہجرت کی"

چونکہ ماہ نیسان ہمیشہ ماہ اپریل کے مطابق ہوتا ہے - جس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ کی ولادت فصل ربیع مین واقع ہوئی -

(۴) چوتھی دلیل - مسعودی نے کتاب مروج الذہب مین بیان کیا ہے کہ رسول اللہ کی ولادت ۸۸۲ سنہ اسکندری مین واقع ہوئی تھی - جسکی عبارت حسب ذیل ہے -

"یہ بات صحیح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ کی ولادت اصحاب فیل کے مکہ مین آنے کے (۵۰) راتون کے بعد واقع ہوئی - اور اصحاب فیل مکہ مین دوشنبہ کے دن آئے تھے

جب محرم کی صرف (۱۳) راتین باقی رہگئی تھین - عہد ذی القرنین کا سنہ ۸۸۲ تھا - اور ابرہہ مکہ مین ۱۷ - محرم کو آیا تھا - اور سنہ عرب کا (۲۱۶) تھا جسکا اول سال حجۃ الغدر ہے اور کسریٰ نوشیروان کا سنہ ۴۰ تھا - اور اسی سال مکہ مین (۸) ربیع الاول کو رسول اللہ پیدا ہوئے تھے پس مسعودی نے جو وقت بیان کیا ہے - وہ سنہ ۵۷۱ء مین واقع ہوتا ہے -

(۵) پانچوین دلیل - موسیو کوسان دو پرسوال نے تاریخ العرب کے جزو ثانی کے صفحہ (۲۸۳) مین بیان کیا ہے جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے -

"ابن اثیر نے (جو ایک معتبر شخص ہے) تاریخ الخمیس مین بیان کیا ہے کہ کسریٰ نے (۴۷) برس (۸) مہینے حکومت کی (اور روم کے مورخین بھی اتنا ہی زمانہ بیان کرتے ہین اُن مین اور مورخین عرب مین صرف ایک مہینہ مین اختلاف ہے) اور ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ کسریٰ بعد ولادت رسول اللہ کے (۷) برس (۸) مہینے زندہ رہا"

اس حساب سے رسول اللہ کے وقت ولادت تک کسریٰ کامل چالیس[۴۰] سال حکومت کر چکا تھا اور چونکہ اس بادشاہ نے سنہ ۵۳۱ء مین تخت سلطنت پر جلوس کیا تھا لہذا اس حساب سے رسول اللہ کی ولادت سنہ ۵۷۱ء مین ثابت ہوتی ہے -

(۶) چھٹی دلیل - جرجس بن ابو الیاس بن ابو المکارم بن ابو الطیب مشہور بابن العمید نے اپنی کتاب مختصر التواریخ مین بصراحت بیان کیا ہے کہ محمد کی عمر آٹھوین سال مین تھی اُسوقت کسریٰ نوشیروان مرگیا - اور چونکہ اس بادشاہ کی وفات سنہ ۵۷۹ء مین واقع ہوئی جیسا کہ مؤلف (فن تحقیق التواریخ) نے صفحہ (۴۰۸) مین بیان کیا ہے - جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے -

"کسریٰ ۵۷۹ء مین شہر کتیسیفون مین اواخر ماہ مارچ مین مرگیا"

تب اس حساب سے رسول اللہ کی عمر اسی سنہ کے اواخر ماہ مارچ مین (۸) سال کی ثابت ہوتی ہے جسکی رو سے رسول اللہ کی ولادت اسی ماہ کے اواخر مین سنہ ۵۷۱ء مین ثابت ہوتی ہے -

(۷) ساتوین دلیل - علامہ ایدلر نے اپنے ایک رسالہ مین بیان کیا ہے - جو کرونولوجیا ریاضی کے بیان مین ہے کہ رسول اللہ (۲۲) ماہ نیسان سنہ ۸۸۲ء اسکندری مین پیدا ہوئے جیسا کہ ابن العمید نے[۱]

---

[۱] ابن عمید کی بجنسہ یہ عبارت ہے کہ حضرت رسول اللہ بطحاء مکہ مین اُس شب کو پیدا ہوئے جسکی صبح کو دوشنبہ کا دن اور (۸) ربیع الاول تھی - جو رومی مہینے کی (۲۲) ماہ نیسان سنہ ۸۸۲ اسکندری کے مطابق ہے ۱۲ منہ

بصراحت اِسکو بیان کیا ہے - اور پوشیدہ نہ رہے کہ ماہ نیسان سریانی انگریزی مہینے مین ماہ اپریل کے مقابل ہے - تب اسوقت آپکی ولادت (۲۲) اپریل ۵۷۱ء کو ثابت ہوتی ہے

(۸) آٹھوین دلیل - موسیو سیلفیر دوساسی نے بر بناے قول غانیر کے (جو اُسنے مقالات جمیعۃ الطرائف والآداب کے جزو (۴۸) صفحہ (۵۳۰) مین لکھا ہے) حسب ذیل ہے -

"رسول اللہ صلعم کی ولادت شب دوشنبہ کی چھٹی ساعت کو (۲۰) ماہ نیسان ۸۸۲ سکندری کو واقع ہوئی"

مین یہ کہتا ہون کہ یہ (۲۰) اپریل ۵۷۱ء کے مطابق ہے - معلوم ہوتا ہے کہ علماے ہیئت مشرقین کا اسپر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلعم کی ولادت ماہ اپریل مین واقع ہوئی تھی اور اُنھون نے بیان کیا ہے کہ آپ کی ولادت برج عقرب مین مشتری کے زحل سے قران کے بعد واقع ہوئی اور مین نے جو باستمداد زیچ موسیو بوفارو کے اُن دونون ستارون کے مواقع کا حساب[۱] لگایا تو مجھے معلوم ہوا کہ اول ماہ اپریل مین مشتری برج عقرب کے ۱۵° ۳ مین تھا - اور زحل بُرج مذکور سے ۱۵° ۱۷ مین تھا - اِن دونون ستارون کی حرکت قہقری تھی - اور بالضرور (۲۹) یا (۳۰) مارچ ۵۷۱ء کو قران حاصل ہوا - اور اِس قران کو علماے ہیئت مشرقین قران ملت اسلام یا صرف قران ملت کہتے ہین - اور بعض فلکین مشرقین کے او متفرق اقوال مین بیان کرتا ہون جسنے تمکو بخوبی معلوم ہوجائیگا کہ وہ سب کے سب اِس بابت پر متفق ہین کہ رسول اللہ صلعم کی ولادت ماہ اپریل ۵۷۱ء مین واقع ہوئی تھی -

(۹) نوین دلیل - یحییٰ ابن ابی شکر مغربی اندلسی نے اپنی کسی تالیف مین بیان کیا ہے

---

[۱] اور حسب ذیل میرے حساب کا نتیجہ ہے جسکو مین نے بہت تحقیق اور باریکی سے کیا ہے - اور اول اپریل ۵۷۱ء سے شروع کیا ہے -

سیارات	طول شمسی	عرض شمسی	طول ارضی	عرض ارضی
مشتری	۲۱۰ ۵۷ ۴۱	۱ ۹ ۴۳ ب	۲۱۵ ۴ ۳۵	۱ ۴۳ ۵۰ ب
زحل	۲۱۳ ۴ ۴۴	۲ ۲۲ ۳۳ ب	۲۱۵ ۱۶ ۴۷	۲ ۳۶ ۴۰ ب

جو حسب ذیل ہے۔
"میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلعم کی ولادت کا سنہ عام الفیل کے مطابق تھا۔ جو سنہ ۸۸۲ اسکندری تھا۔ اور اسی سنہ میں زحل اور مشتری کا برج عقرب میں آپکی ولادت کے تھوڑے ہی قبل قران ہوا تھا"
جسکی بنیاد پر آپ کی ولادت (۳۰) مارچ ۵۷۱ء کے بعد ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔
(۱۰) دسویں دلیل۔ صاحب منتہی الادراک نے تقاسیم الافلاک میں جو بیان کیا ہے وہ ہمارے مذکورۂ بالا بیان کے مؤید اور موافق ہے۔ جسکی عبارت حسب ذیل ہے۔
"رسول اللہ صلعم اس قران کے سنہ اولیٰ میں پیدا ہوئے جو ملت اسلام پر دال تھا"
اور مذکورۂ بالا بیان سے ہمکو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ قران (۲۹) یا (۳۰) مارچ ۵۷۱ء میں ہوا تھا۔ جس سے آپکی ولادت اسی سنہ میں ثابت ہوتی ہے۔
(۱۱) گیارھویں دلیل۔ مؤلف کتاب کامل نے اسرار النجوم میں۔ اور شیخ احمد بن عبد الجلیل نے آخر کتاب القرانات میں جو بیان کیا ہے وہ انھیں بیانات کے موافق ہیں۔ جو میں نے اوپر بیان کیے ہیں۔ اور جنسے میں نے استشہاد کیا ہے۔ اسلیئے کہ دونوں نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی ولادت ۵۷۱ء میں (۲۹) مارچ کے تھوڑی دیر کے بعد واقع ہوئی تھی اور یہ بات ابھی مذکور ہو چکی ہے کہ یہ وہی دن ہے جس دن حادثۂ سماوی واقع ہوا تھا۔
(۱۲) بارھویں دلیل۔ اس موقعہ پر ختم کلام سے قبل میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ اس سے متعلق مورخین کے اقوال اور اُنکے مذاہب سے بھی میں تمکو مطلع کروں بسبب کہ اور صاحب مجمل التواریخ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی ولادت سنہ ۴۲ جلوس کسریٰ میں واقع ہوئی تھی۔ اور بعض لوگوں نے مثل حمزہ اصفہانی وغیرہ کے بیان کیا ہے کہ سنہ ۴۱ جلوس کسریٰ نوشیروان میں آپکی ولادت ہوئی تھی۔
ان دونوں رایوں اور اقوال کا اجتماع اور موافقت اسطرح ممکن ہے کہ ان معتبر لوگوں نے اس سنہ میں آپکی پیدائش کا کوئی دن نہیں معین کیا۔ پس یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے کہ سنہ ۴۲ جلوس بیان کرنے والوں کی اس سے آخر سنہ ۴۲ جلوس مراد ہو۔ اور سنہ ۴۱ جلوس کے

بیان کرنے والوں کی اُس سے اوائل سنہ ۴۱ جلوس مراد ہو - جس سے اِن مذاہب کا باخودہا اتفاق ذاتی ہونا بخوبی معلوم ہوسکتا ہے - اگرچہ ایک یا دو مہینے کا اختلاف ہو - اِسلیئے کہ اسمین سب کا اتفاق ہے کہ سنہ ۵۷۱ء رسول اللہ کی پیدائش کا سال ہے اور تمہارے معلومات کی زیادتی کی غرض سے مین اَور بھی یہ بیان کرتا ہون کہ ابوالفدا نے رسول اللہ کی ولادت کو سنہ ۸۸۲ اسکندری اور سنہ ۱۳۱۶ بخت نصری مین تسلیم کیا ہے - اور یہ بیان کیا ہے کہ یہ سنہ ۴۲ جلوس کسریٰ نوشیروان کے مطابق ہے - لیکن سنہ ۸۸۱ اسکندری اکتوبر سنہ ۵۶۹ء سے شروع ہوتا ہے - باوجود اسکے کہ سنہ ۱۳۱۶ بخت نصری (۲) اپریل سنہ ۵۶۹ء کو ختم ہوجاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اِن دونون سنہ کا اجتماع اور توافق بالکل محال ہے - جو کسی طرح ممکن نہین - تب اِس باب مین ابوالفدا کا یہ قول کسی طرح معتبر نہین خیال کیا جاسکتا - خصوصًا جبکہ ابوالفدا کے اکثر اقوال باخودہا تناقض ہین - کیا تم خیال نہین کرتے کہ جو کچھ اُسنے اِس موقع پر بیان کیا ہے وہ اِسکے تناقض ہے جو اُسنے صفحہ (۱۴) مین سیرت کے باب مین بیان کیا ہے جسکو موسیو غانیر نے طبع کرایا ہے - جہان اُسنے یہ بیان کیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جب رسول اللہ کی عمر چالیس برس کی ہوئی تب آپ مبعوث ہوئے یعنی سنہ ۹۲۲ اسکندری مین - جس حساب سے آپکی ولادت سنہ ۸۸۲ اسکندری مین ثابت ہوتی ہے - جو سنہ ۵۷۱ء کے مطابق ہے - مذکورۂ بالا اقوال اور رایون مین جو کچھ اختلافات واقع ہوئے ہین اُنکے توافق پر مجھے پورا بھروسہ ہے - جنکی رو سے پورے تعین کے ساتھ مین یہ کہہ سکتا ہون کہ رسول اللہ کی ولادت فصل ربیع سنہ ۵۷۱ء مین واقع ہوئی - اور جب کہ بعض اقوال سے بصراحت یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ماہ اپریل ہی آپکی ولادت کا مہینہ ہے - اور بعض اقوال اسپر دال ہین کہ آپکی ولادت کا مہینہ ماہ اپریل ہے تب مین نے اِسی مہینہ کو آپکی ولادت کا مہینہ معتبر قرار دیا - اب باقی رہا یہ امر کہ اپریل کے کس دن اور کس تاریخ آپ پیدا ہوئے - مین کہتا ہون کہ قمر کا اجتماع حقیقی اپریل سنہ ۵۷۱ء مین (۱۱) تاریخ (۹) ساعت (۴۱) دقیقہ کو نصف شب کے بعد بحساب زمانۂ وسطی مکہ مشرفہ[۲] کے ہوا - اِس روز آنکھ سے دیکھنا

---

[۱] یعنی سنہ ۸۸۱ اسکندری - و سنہ ۱۳۱۶ بخت نصری -

[۲] مین نے طول اِس بلد کا ۵ گھ - ۴۳ - ۲۷ شرقی خط نصف النہار سے معتبر خیال کیا ہے - اور عرض ۲۱ - ۲۸ - ۴۱ - عروض شمالیہ سے - منہ -

ہلال ممکن نہتی - بجز دوسرے دن کی شام کے جس سے ثابت ہے کہ ماہ ہلالی عربی کی ابتدا
اتوار کے دن (۱۲) اپریل سے ہوئی - اور معتبر لوگون کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ (۸) یا
(۱۰) یا (۱۲) ربیع الاول کو پیدا ہوئے - چنانچہ اس سے متعلق اس مبحث کی ابتدا مین
بحث کی جاچکی ہے - اور اسپر سب کا اتفاق ہے - کہ آپکی ولادت دوشنبہ کے روز واقع
ہوئی - اور چونکہ اس مہینہ کی (۸) اور (۱۲) تاریخ کو بجز (۹) تاریخ کے دوشنبہ کا
دن نہین واقع ہوتا - تب یہ کبھی ممکن نہین کہ ہم ولادت کا دن بجز اسکے کوئی اور معتبر خیال
کرین - خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بروز دوشنبہ (۹) ربیع الاول کو مطابق
(۲۰) اپریل ۵۷۱ء کے پیدا ہوئے[ف] - پس تمکو تحقیقات کرنی چاہیے تقلید مین مقید نہ رہنا چاہیئے

حاشیہ مترجم

ف تاریخ و روز ولادت باسعادت کا تعین ہوگیا لیکن صحیح وقت ولادت کا تعین
نہین ہوا - حضرت عبد المطلب کے قول سے زیادہ معتبر اس سے متعلق کسی کا قول نہین
ہوسکتا - اسلیئے کہ جناب ممدوح حضرتؐ کے دادا تھے اور آپکی ولادت انکی آنکھون کے سامنے کا واقعہ ہے
وہ فرماتے ہین کہ صبح ہوتے ہوتے ولادت ہوئی - اور بلحاظ طول شرقی و عرض شمالی کہ معظمہ ۲۰ - اپریل
۵۷۱ء کو بوقت ۵ ساعت (۴۲) دقیقہ کے طلوع آفتاب مانا جاسکتا ہے - اور اُس روز
صبح صادق ۴ ساعت اور ۴ دقیقہ کے بعد سے تسلیم کیجا سکتی ہے - اور صبح کے لفظ سے مراد ابتدائے
صبح صادق سے طلوع آفتاب تک کا زمانہ ہے - جسکا نتیجہ یہ ہے کہ ولادت باسعادت ۴ ساعت
اور ۴ دقیقہ کے بعد سے ۵ ساعت اور ۴۲ دقیقہ تک ہوئی - اور صرف اس امر کا تعین باقی رکھا
کہ اس (۱) ساعت (۳۸) دقیقہ مین سے کسوقت ولادت باسعادت ہوئی - جس مہینہ کا یہ واقعہ ہے
اُس مہینہ مین حقیقی اجتماع نیرین (۱۱) اپریل ۵۷۱ء کو (۳) ساعت (۴۱) دقیقہ باقی نصف شب
کے گزرنے کے بعد ہوا تھا - یہ اجتماع نیرین حمل کے ۲۳ وین درجہ ۴۷ وین دقیقہ پر ہوا تھا -
احمد بن ابی یعقوب اپنی کتاب یعقوبی کے صفحہ (۴) مین تحریر فرماتے ہین کہ بروز ولادت باسعادت
آفتاب ثور کے پہلے درجہ مین تھا - اور قمر اسد کے (۸) وین درجہ کے دسوین دقیقہ پر تھا جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ ۷ درجے تین دقیقہ حمل کے کامل تین برج ثور - جوزا - سرطان بھی قمر نے
طے کرلیے تھے - اور نیز اسد کے ۷ درجہ دس دقیقہ بھی - گویا وہ مقام اجتماع سے (۹۷) درجہ (۱۳)
دقیقہ طے کرچکا تھا - اور (۹۰) درجہ قمر (۷) یوم (۹) ساعت (۱۱) دقیقہ ۲½ ثانیہ مین طے کرتا ہے

تب (۹۷) درجہ (۱۳) دقیقہ (۷) یوم (۲۳) ساعت (۱۷) دقیقہ (۴۸½) ثانیہ مین طے کریگا۔ اور شب اجتماع تیرین مین سے بعد اجتماع تا طلوع آفتاب صرف (۲) ساعت (۱۹) دقیقہ باقی تھے۔ اگر شب ولادت کے (۱۲) ساعات مین سے (۹) ساعت تک شمار کیا جاسے تو (۷) یوم۔ (۲۲) ساعت (۱۹) دقیقہ ہوتے ہین جس سے مدت مذکورہ منہا کرنے کے بعد (۱) دقیقہ (۱۱) ثانیہ باقی رہتے ہین۔ جسکا نتیجہ ہے کہ باقی نصف شب کے (۴) ساعت (۱) دقیقہ (۱۱) ثانیہ پر ولادت باسعادت ہوئی یعنی صبح صادق سے ۲ دقیقہ ۴۹ ثانیہ قبل۔ جو کوئی بڑا فرق نہین ہے اور ایسا جزئی تفاوت ناقابل لحاظ ہے پس کہا جاسکتا ہے شروع صبح صادق پر ولادت باسعادت ہوئی۔ اور اس شب کو (۴) ساعت (۱۲) دقیقہ تک برج حوت طالع تھا۔ پس گویا آخر برج حوت کے طالع مین ولادت باسعادت ہوئی۔ بقول صاحب کتاب یعقوبی مندرجہ صفحہ (۴) کتاب مذکورہ بوقت تولد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ شکل فلکی تھی۔ جو زائچہ مندرجہ ذیل سے ظاہر ہے
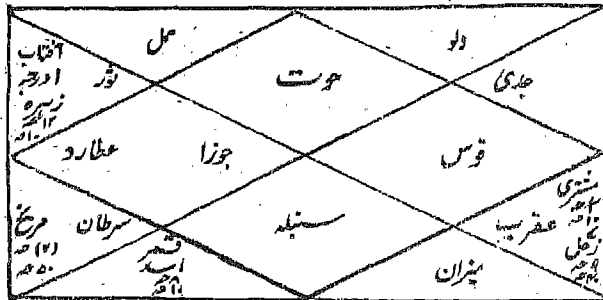
جس سے اس امر کی بخوبی تائید ہوتی ہے کہ ہرگز (۴) ساعت (۱۲) دقیقہ کے بعد ولادت نہین ہوئی اسلیے کہ اگر اسکے بعد ولادت ہوتی تو بطالع حمل ہوتی اور اگر بطالع حمل ولادت ہوتی تو بلحاظ احکام نجوم ناممکن تھا کہ حضرت کا حلیہ بلحاظ حلیہ نجومی مطابق ہوسکتا۔ نہ ان صفات کی احکام نجوم سے تصدیق ہوسکتی جو حضرت مین تھی۔ علی ہذا باقی نصف شب کے (۲) ساعت (۲۲) دقیقہ سے قبل بھی اگر ولادت ہوتی تو بطالع دلو ہوتی اور اگر بطالع دلو ولادت ہوتی۔ تب بھی وہی نقایص لازم ہوتے جنکا ذکر کیا جاچکا ہے۔ بلحاظ استنباط نجوم (۲) ساعت (۲۲) دقیقہ کے بعد سے (۴) ساعت (۱۲) دقیقہ تک ولادت باسعادت خیال کیجاتی ہے۔ بغیر اسکے آپ کے صفات اور کمالات صادق نہین آسکتے۔ اور جو وقت حضرت کی ولادت کا بحساب تاسیر کواکب دریافت کیا گیا ہے وہ مابین اسی مدت کے واقع ہوتا ہے تب کوئی وجہ اسکی نہین ہے کہ اسے صحیح نہ تسلیم کیا جاسے لہذا یہ تصفیہ کیا جاتا ہے کہ ولادت باسعادت (۴) ساعت (۱) دقیقہ (۱۱) ثانیہ پر ہوئی۔

قسم دوم

ایام جاہلیت کی تاریخ کے تذکرہ اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے بیان مین

مبحث اول

تاریخ جاہلیت کے بیان مین

بعد دریافت اِن تینون اوقات کے جنکو ہمنے اِس کتاب کے قسم اول مین متعین کردیا ہے - عموماً عرب حجاز اور خصوصاً اہل مکہ کے مستعملہ طریقۂ توقیت کا دریافت کرنا کچھ دشوار نہین ہے اور عرب مکہ کے نزدیک اوقات مذکورہ یہ ہین - اول ۲۷ - ینایر ۶۳۲ء مطابق ۲۹ - ماہ شوال - دوم (۲۰) ستمبر ۶۲۲ء مطابق روز دوشنبہ (۸) ربیع الاول - سوم (۲۰) اپریل ۵۷۱ء مطابق (۹) ربیع الاول - پس جب ہم وقت ثانی اور ثالث کا باخود باہم مقابلہ کرتے ہین تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ مکہ والون کے نزدیک جس قسم کا حساب اُسوقت مستعمل تھا وہ اُس حساب کی رو سے بجز ایک دن کے ضرور سال کے پورے دن محسوب کرتے تھے اور ان دونون وقتون مین مسافت زمانی (۱۸۷۸۰) دن کی ہے اور یہ بات تو معلوم ہے کہ عرب کے لوگ ہمیشہ بمقتضاے سیر قمر اپنے مہینون کا شمار کرتے تھے اور اُنکے مہینے (۲۹) یا (۳۰) دن کے ہوتے تھے - اور باعتبار دورۂ قمری کے سال بارہ (۱۲) مہینے کا ہوتا تھا اور کبھی اپنے سنہ مین تیرھوان مہینہ بڑھا دیتے تھے تاکہ سال قمری کو سال شمسی بنالین جیسا کہ مورخین نے بیان کیا ہے البتہ زیادتی کی کیفیت مین مورخین کا اختلاف ہے بعض کا بیان ہے کہ چوبیس (۲۴) سال گزر جانے کے بعد (۹) نو مہینے اُسمین ضم کردیتے تھے اور بعض کا بیان ہے کہ اُنیس (۱۹) سال گزر جانے کے بعد سات (۷) مہینے اسمین اضافہ کردیتے تھے اور ایک جماعت نے یقین کے ساتھ یہ بیان کیا ہے کہ ہر تیسرے سال ایک مہینہ بڑھا دیا کرتے تھے - اور ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ ہر دوسرے سال ایک مہینہ بڑھا دیا کرتے تھے - اور مفسرین اور اہل لغت اور ارباب سیر کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ جاہلیت کے زمانہ مین محض تاریخ قمری کا استعمال کیا جاتا تھا - پس بلحاظ بیانات مذکورہ اسمین ذرا شک باقی نہین رہتا کہ انھین مذکورۂ بالا پانچ طریقون مین سے کوئی نہ کوئی طریقہ ضرور اہل عرب مکہ مین اُسوقت مستعمل تھا جبکہ رسول اللہ صلعم نے مکہ کو چھوڑا اور مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی ہمنے اوپر بیان کیا ہے کہ (۱۸۷۸۰) دن سے باستثناء ایک دن کے پورے ایام سنین کی تعداد مراد ہے - اور وہ ایک دن کی کمی

جاہلیت کے حساب کی رو سے ہے پس جب ہم (۱۸۷۸۰) کو سال کے اوسط[۵] ایام پر باعتبار
ہر ایک طریقۂ مذکورۂ بالا کے علیحدہ علیحدہ تقسیم کرینگے۔ تو اسوقت اہل مکہ کا مستعملہ طریقہ
متعین ہو جائیگا۔ اور وہ وہی طریقہ ہوگا جسکا خارج قسمت عدد صحیح ہوگا اور یہ قاعدہ طریقہ
اخیر ہی سے مطابق ہوتا ہے۔ یعنی محض سال قمری کے استعمال سے۔ پس یہی طریقہ ایسا ہے
جسپر ہر طرح یہ شرط پوری ہوتی ہے۔ کیونکہ جب ہمنے (۱۸۷۸۰) کو (۳۵۴) اور ۱۱/۳۰ دن
پر تقسیم کیا تو (۵۳) برس نتیجہ ہوگا۔ بجز ایک دن کے جسکی بنیاد پر ہمارا اس بات پر یقین کرنا
صحیح ہوگا کہ اہل مکہ ہجرت سے قبل (۵۰) برس کی مدت مین تاریخ قمری محض کا استعمال کرتے تھے
اب ہمکو یہ دیکھنا چاہیے کہ وقت ثالث کا وقت اول کے ساتھ یعنی (۲۰) اپریل ۵۷۱ء مطابق
(۹) ربیع الاول کا۔ (۲۷) نیایر ۶۳۲ء مطابق (۲۹) شوال کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے
ہمکو بعینہ یہی نتیجہ آسانی کے ساتھ حاصل ہوسکتا ہے یا نہین۔ تو ہم کہتے ہین کہ دونون
وقتون کے مابین (۲۲۱۹۷) دن کی مسافت زمانی ہے۔ اور چونکہ (۹) ربیع الاول اور
(۲۹) شوال کے مابین بقدر (۲۲۶) دن کے مسافت زمانی ہے تو بالضرور یہ لازم آئیگا
کہ (۲۲۱۹۷) دن سالون کی تکمیل کر دیتے ہین اور (۲۲۶) دن باقی رہجاتے ہین کیونکہ
جب ہمنے (۲۲۱۹۷) کو (۳۵۴) اور ۱۱/۳۰ دن پر (یعنی سنہ قمری محض کے اوسط ایام پر)
تقسیم کیا تو خارج قسمت (۶۲) برس ہوگا۔ اور (۲۲۶) دن باقی بچ جائینگے۔ جو اس
بات کی قطعی دلیل ہے کہ حجۃ الوداع سے قبل (۶۲) برس کی مدت مین مکہ اور مدینہ
کے عرب محض سنہ قمری کا استعمال کرتے تھے۔ تو کیا ان دونون نتیجون کا اتحاد۔ ان تینون
اوقات کی صحت کے لیے اور بنفسہ اس نتیجہ کی صحت کے لیے گواہ عادل نہوگا۔

---

۵ بمقتضاے طریقۂ اولی (یعنی ہر (۲۴) سال کے بعد (۹) مہینے بڑھا دینے کے حساب سے اوسط فی سال) ۳۶۵ اور ۱/۸ دن ہوگا اور دوسرے طریقہ کی بنیاد پر (یعنی ہر (۱۹) برس کے بعد (۷) مہینے بڑھا دینے کے حساب سے) اوسط فی سال) ۳۶۵ اور ۱/۳۶۶ ہوگا اور تیسرے طریقہ کی بنیاد پر (یعنی ہر تین سال کے بعد ایک مہینہ بڑھا دینے کے حساب سے اوسط فی سال) ۳۶۴ اور ۱/۲ ہوگا۔ اور چوتھے طریقہ کی بنیاد پر (یعنی ہر دو برس کے بعد ایک مہینہ بڑھا دینے کے حساب سے اوسط فی سال) ۳۶۹ اور ۱/۳۲ ہوگا۔ اور پانچوین یعنی محض قمری کے حساب سے اوسط فی سال) ۳۵۴ اور ۱۱/۳۰ ہوگا۔

مین تو خیال کرتا ہون کہ بجز تسلیم کے اسکا اور کچھ جواب نہین ہے - کیونکہ یہ ہر طرح سے اُس جزء کا موید ہے - جسکو ہمنے دلیل ثانی مین ثابت کیا ہے - اور جسکی طبرانی نے لفظ عاشوراء سے متعلق روایت کی ہے - پس اگر اس حدیث کو ہم غور سے دیکھین - تو ہمکو اسمین ایک ایسی قوی حجت ملیگی جو اس امر اول پر دال ہوگی - کہ اہل مکہ قبل ہجرت رسول اللہ صلعم کے محض تاریخ قمری کا استعمال کرتے تھے - اور حدیث مذکورہ کو پھر ہم اس موقعہ پر زیادہ وضاحت اور تفہیم کی غرض سے بیان کرتے ہین - جو حسب ذیل ہے -

"خارجہ بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہین کہ اُنھون نے کہا کہ عاشورہ کا وہ دن نہین ہے جسکو لوگ عام طور پر عاشورہ کا دن خیال کرتے ہین - بلکہ عاشورہ کا وہ دن ہے جس دن کعبہ پر پردہ ڈالا جاتا تھا - اور حبشی لوگ رسول اللہ صلعم کے سامنے کھیلتے کودتے تھے - اور* یہ دن سال مین ایک دفعہ آتا تھا - اور لوگ فلان یہودی کے پاس جا کر اُس سے وہ دن دریافت کرتے تھے - جب وہ یہودی مرگیا تو زید بن ثابت سے لوگ دریافت کرتے تھے کہ وہ دن کب ہوگا"

پس عاشورہ کا حقیقی دن وہی ہوتا تھا جسکو کوئی یہودی متعین کر دیتا تھا - وہی بغیر کسی شک و شبہہ کے یہود کے عاشورہ کا دن ہوتا تھا جو دہم تشری کو واقع ہوتا تھا - اور معلوم ہوتا ہے کہ جاہلان مکہ نے اسی کو اختیار کیا تھا - اور اسی کا استعمال کرتے تھے - اور یہ بات ظاہر ہے کہ بوجہ اسکے کہ دہم تشری (یہود کا سنہ قمری شمسی) پھرتا رہتا تھا یعنی ہر ایک سنہ مین پے در پے ایک مہینہ سے دوسرے مہینے مین منتقل ہوتا رہتا تھا - جس سے لازم آتا ہے کہ وہ سہرا سنہ ضرور محض قمری سنہ تھا - اسکو خوب سمجھ لو - جن لوگون کے دلون مین مذکورہ بالا قوی اور قطعی دلائل کے بیان کرنے کے بعد بھی اگر اس اہم امر مین کوئی شبہہ باقی رہگیا ہو - تو اُنکے رفع شبہہ کی غرض سے مین عنقریب اور ایسے دلائل بیان کرتا ہون جو حوادث فلکیہ پر مبنی ہین - ایک عربی کتاب نمبری (۲۱۳) مین جو کتب خانۂ پاریس سلطانی مین تھی - حسب ذیل بیان مذکور ہے -

"مولف جامع التقدمۃ نے بیان کیا ہے کہ چاندگہن ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۰ھ مین واقع ہوا - اور یہ بات ثابت نہین ہوئی کہ رسول اللہ صلعم نے اس موقعہ پر لوگون کو نماز کے لیے جمع کیا ہو"

جس سے بہت آسانی کے ساتھ ظاہر ہوجاتا ہے کہ یہ چاندگہن ممکن نہین کہ بجز اُسکے جو

(۲۰) نومبر ۶۲۵ء مین ہوا تھا۔ کوئی اور ہو جسکی بنیاد پر (۱۴) جمادی الثانی (۲۰) نومبر ۶۲۵ء
کے مطابق ہوگی۔ اور یہ پہلا وقت ہے کہ باستمداد فلکیہ اسکے تعین کو ہمنے دریافت کیا ہے۔
علی ہذا ہمنے اخبار آسیا مورخہ اپریل ۱۸۴۳ء کے پرچہ مین لکھا ہوا دیکھا ہے جو حسب ذیل ہے
"مورخ پروکوپس نے روایت کی ہے کہ سردار بلیزیریو رومانی نے رؤساء لشکر رومانیہ کو
ایک عام مجمع مین ۵۴۱ء مین جمع کیا اُس لڑائی کے اہتمام اور انتظام کے مشورہ کی غرض سے
جو بہت ہی قریب مین واقع ہونے والی تھی۔ تاکہ باخود باہم مشورہ کرکے کوئی عمدہ موقع جنگ
تجویز کرین۔ اور اسکے سوا اور ایسے امور کا بالاتفاق بندوبست کرین جو جنگ کے لیے لازمی
ہین۔ پس دو منتظم حاکم بلاد شام کی حمایت کے لیے کھڑے ہوگئے۔ اور دونون نے یہ عذر
پیش کیا۔ کہ وہ دونون جنگ مین اسوجہ سے شریک نہین ہوسکتے کہ اگر وہ اپنے اصلی مقامات
سے غائب رہینگے۔ تو شام اور فلسطین کو منذر ثالث عرب کا بادشاہ لوٹ لیگا۔ تو بلیزیریو نے
اُن دونون سے بیان کیا کہ تمہارا خوف بالکل بے محل اور بیجا ہے۔ اور اُسنے اپنے قول
کی دلیل یہ بیان کی۔ کہ انقلاب صیفی کا زمانہ بہت ہی قریب ہے جن دنون عرب بالالتزام
کامل اور مخصوص دو مہینون مین اپنی عبادتون مین مصروف رہتے ہین اور اسلحہ وغیرہ سے
بالکل علیحدہ رہتے ہین"

اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ عام طور پر عرب کے لوگ سال بھر مین دو وقت عبادت
مین مصروف رہتے تھے اور ہتیارون کے استعمال سے مطلقاً پرہیز کرتے تھے۔ اول وقت
تو صرف ایک ہی مہینہ تھا جو ماہ (رجب) ہے اور دوسرے وقت مین دو یا تین مہینے ہوتے تھے
جو ذی القعدہ۔ اور ذی الحجہ۔ اور محرم ہین۔ اسوقت اسکے بیان کرنے سے ہماری غرض
یہ ہے کہ ہم اسوقت کو دریافت کرین جسکی جانب پروکوپس نے اشارہ کیا ہے۔ جو
شخص مجرد ظاہری عبارت کو دیکھیگا جسکا ترجمہ ہمنے اوپر کیا ہے تو وہ یہی خیال کریگا کہ اس
موقع پر یہی دوسرا وقت مقصود ہے اور وہ دو مہینے جنمین وہ عبادتون مین مصروف رہتے
تھے ماہ ذی القعدہ اور ذی الحجہ ہے لیکن جو شخص تحقیق کے آئینہ کو پیش نظر رکھکر اصل
مطلب مین پورے طور پر غور کریگا اُسکو یہ بات بالیقین ثابت ہوجائیگی کہ یہ امر بالکل بعید از قیاس
بعید الوقوع ہے۔ کیونکہ اگر ماہ ذیقعدہ اور ذی الحجہ دونون درحقیقت انقلاب صیفی
کے زمانے مین واقع ہونگے تو اُسکی بنیاد پر حسب ذیل تین باتون مین سے ایک بات ضروریاتی ہوگی

(۱) اوّل یہ کہ وہ دونون مہینے (۲۰) یونیو ۶۳۱ء کے قبل ہی ختم ہو جائینگے - (۲) دوسرے یہ کہ ایک مہینہ تو اُس سے قبل اور دوسرا مہینہ اُسکے بعد گزر جائیگا - (۳) تیسرے یہ کہ دونون مہینے اُسکے بعد ختم ہونگے "

اور یہ دن یعنی (۲۰) یونیو ۶۳۱ء انقلاب صیفی کا زمانہ ہے - اس طرح کہ جو چاند کہ (۱۰) یونیو ۶۳۱ء کو نمایان ہو وہ یا تو ذی الحجہ کا چاند تھا - یا ذی القعدہ کا یا شوال کا - اور جب یہ بات ہمکو معلوم ہی ہو چکی ہے کہ مہینون کا شمار جو اُسوقت عرب مین مستعمل تھا - وہ اُنھین مذکورۂ بالا پانچ طریقون مین سے ایک طریقہ کا تھا - یعنی ہر (۲۴) سال مین (۹) مہینے اضافہ کرتے تھے - یا ہر (۱۹) سال مین (۷) مہینے بڑھا دیتے تھے یا ہر تیسرے برس ایک مہینہ زیادہ کر دیتے تھے - یا ہر دو سال مین ایک مہینہ بڑھا دیتے تھے - یا محض قمری طریقہ کا استعمال کرتے تھے) اور اُسکے سوا اَور بھی دو وقت ہین جو بالطبع متعین ہین - اور وہ یہ ہین - اوّل - (۲۷) - نیایر ۶۳۲ء جو کسوف شمسی کا وقت ہے - اور آخر شوال کے مطابق ہے - یا دوسری عبارت مین یون کہا جاسے - کہ (۲۸) نیایر ۶۳۲ء وہ دن ہے جس دن ذی القعدہ کا چاند ہوا - دوسرے (۲۰) نومبر ۶۲۵ء جسمین خسوف قمری واقع ہوا - جو ماہ جمادی الثانی مین واقع ہے - یا دوسری عبارت مین یون کہا جاسے کہ (۶) نومبر ۶۲۵ء وہ دن ہے جس دن جمادی الثانی کا چاند ہوا - بس اس خیال سے کہ پروکیوپس نے جو روایت کی ہے صحیح ثابت ہو مناسب ہے کہ ہم غرۂ ذی القعدہ یعنی (۲۸) نیایر ۶۳۲ء سے یا غرۂ جمادی الثانی یعنی (۶) نومبر ۶۲۵ء سے حساب قہقری شروع کرین تو ان دونون حالتون مین باوجود استعمال ایک طریقہ کے منجملہ مذکورۂ بالا پانچ طریقون کے ایک ہی مہینہ حاصل ہوتا ہے خواہ وہ ذی الحجہ ہو یا ذی القعدہ - یا شوال - حساب سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرط کبھی کسی حال مین نہین متحقق ہوتی - کیونکہ جب ہم اُن دونون اوقات معینہ سے حساب لگاتے ہین جو ہمارے نشدیہ مین ہین یعنی غرۂ ذی القعدہ مطابق (۲۸) نیایر ۶۳۲ء سے اور غرۂ جمادی الثانی مطابق (۶) نومبر ۶۲۵ء سے اور (۱۰) یونیو ۶۳۱ء کی جانب قہقری حساب لگانا شروع کرتے ہین جو عربی کے غیر معین مہینہ مین واقع ہوتا ہے (اور ہم اُس زیادتی کا بھی اعتبار کرتے ہین جو ان دونون مدتون کی مدت زمانی (۲۳۱۰۴) دن ہے یا (۱۱۴۱) دورۂ قمری ہے - اور

(۳۰۸۴۳۰) دن ہے یا (۱۰۴۴۳) دورۂ قمری) تو اسکے ذریعہ سے پہلے طریقہ (یعنی ہر (۴۳) سال مین (۹) مہینے ضم کرنے) کی بنیاد پر ہم ایک ایسی تاریخ پر پہونچ جاتے ہین جسکی تعداد حالت اولی مین (۹۰) سال اور (۸) یا (۷) دورۂ قمری ہوتے ہین - اور دوسری صورت مین (۸۴) سال اور (۵) یا (۴) دورۂ قمری ہوتے ہین - جو پہلی صورت مین ہمکو ربیع الاول یا ربیع الثانی کی جانب پہونچا دیتا ہے - اور دوسری صورت مین محرم یا صفر کی جانب پہونچا دیتا ہے - اور اگر ہم طریقۂ ثانی (یعنی ہر (۱۹) سال مین (۷) مہینے ملا دینے) کا اتباع کرین تو پہلی صورت مین (۹۰) سال اور (۸) دورۂ قمری ہوتے ہین - اور دوسری صورت مین (۸۴) سال اور (۵) مہینے ہوتے ہین - جس سے پہلی صورت مین ماہ ربیع الاول اور دوسری صورت مین ماہ محرم نتیجہ نکلتا ہے - اور اگر بمقتضائے تیسرے طریقہ (یعنی ہر تیسرے سال ایک ماہ کا اضافہ کرنے) کے عمل ہو تو پہلی صورت مین (۹۰) سال اور (۱۱) مہینے - اور دوسری صورت مین (۸۴) سال اور (۸) مہینے نتیجہ نکلتا ہے جس سے پہلی صورت مین ماہ ذی الحجہ اور دوسری صورت مین ماہ شوال حاصل ہوتا ہے - اور اگر چوتھے طریقہ کی بنیاد پر (یعنی ہر دو سال مین ایک مہینہ ملانے) کا حساب لگائین تو پہلی صورت مین (۸۹) سال اور (۹) مہینے - اور دوسری صورت مین (۸۳) سال اور (۷) مہینے حاصل ہوتے ہین - جس سے پہلی صورت مین ماہ صفر اور دوسری صورت مین ماہ ذی القعدہ تک حساب منتہی ہوتا ہے - اور اگر ہم پانچوین طریقہ (یعنی محض قمری سال) کی رو سے حساب لگائین تو پہلی صورت مین (۹۳) سال اور (۵) مہینے اور دوسری صورت مین پورے (۸۷) سال ہوتے ہین جس سے دونون صورتون مین ماہ جمادی الثانی تک حساب منتہی ہوتا ہے - تب اس حالت مین مطلق ایسا اتفاق نہین ہو سکتا کہ (۱۰) یونیو ۱۴۳۱ھ کو ذی الحجہ یا ذی القعدہ یا شوال کا غرہ ہو - جسکو دوسری عبارت مین یون کہنا چاہیے کہ ۱۴۳۱ھ کے انقلاب زمانۂ صیفی مین ماہ ذی الحجہ اور ذی القعدہ کے وقوع کا اتفاق نہین ہوا - اب ہم اس امر پر بحث کرتے ہین کہ کیا بطلیموس کو وہم ہو گیا تھا جو اسنے دو وقتون مین سے ایک وقت کے بدلے دوسرا وقت بیان کر دیا - یعنی ماہ رجب کے بدلے ماہ ذی الحجہ اور ذی القعدہ کو بیان کر دیا - یا ناقلین کتاب جنھون نے اسکی کتاب کی نقل کی ہے انھون نے اصل موقعہ

سے لفظون کی تحریف کرکے یہ لکھدیا (   ) پورے دو مہینے بجاے (   )
یعنی ایک مہینہ کے اور اِس صورت مین رجب کا چاند سنہ ۱۴۲ھ مین یا تو انقلاب صیفی
سے قبل بہت ہی قریب زمانہ مین ہوگا یا انقلاب صیفی کے بعد بہت قریب زمانہ مین ہوگا۔
اِس طرح کہ (۱۰) یونیو سنہ ۱۴۲ھ جب یہ چاند کے ظہور کا دن ہے عام اِس سے کہ وہ چاند
رجب کا ہو یا جمادی الثانی کا۔ اور اِس غرض سے کہ درحقیقت ایسا واقع ہوا ہمکو لازم
ہے کہ ہم مذکورۂ بالا دونون وقتون سے حساب کرنا شروع کرین اور (۱۰) یونیو سنہ ۱۴۲ھ ۶ء
تک اوپر کی جانب حساب لگاتے چلے جائین تو دونون صورتون مین باوجود اتباع
مذکورۂ بالا پانچ طریقون کے ہم ایک اِسی مہینہ تک پہونچ جائینگے جو یا تو رجب ہوگا یا
جمادی الثانی ہوگا۔ تو اِس عمل کے کرنے سے ہمکو اِس شرط کا تمامہ پورا ہونا ثابت ہوجاتا
ہے۔ (اور ہم قبل اِسکے پانچون طریقون کے بموجب تفصیلی حساب بتا چکے ہین جسکے اعادہ
کی اب ضرورت نہین ہے) جسکے بعد موکد طور پر یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اِس موقعہ
پر پروکیوپس سے غلطی واقع ہوئی ہے جو اُسنے ایسے وقت کے بدلے جسمین صرف ایک ہی
مہینہ (یعنی رجب) تھا ایسا وقت بیان کردیا جو دو مہینے (یعنی ذی القعدہ اور ذی الحجہ)
سے مرکب تھا۔ اور یہ اِسوقت ہے جبکہ ہم ناقلین کتاب کی نسبت تحریف کا الزام نہ لگائین
مذکورۂ بالا بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ چاند جو سنہ ۱۴۲ھ مین انقلاب صیفی کے بہت ہی قریب
زمانہ مین ہوا تھا وہ صرف رجب کا چاند تھا۔ اور جبکہ اُسوقت کی درمیانی مدت
اور اُن دونون وقتون کی درمیانی مدتون کا حساب جنکا تعین بواسطۂ کسوف اور خسوف
کے ہوا ہے بجز طریقۂ حساب قمری محض کے کسی اور طریقہ سے مطابق نہین ہوتا ہے تب
ضرور ہوا کہ ہم اِس بات کو بالیقین تسلیم کرلین کہ عرب مطلقًا تقریبًا اُس مدت کے قریب
مین جب کہ صاحب شریعت اسلامیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نسی کو منسوخ فرمایا تھا۔ اِس طریقہ کے سوا کسی
اور طریقہ کا استعمال نہین کرتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ ماہ رجب کا وقوع سنہ ۱۴۲ ۶ء
مین انقلاب صیفی کے بعد بہت ہی قریب زمانہ مین بواسطۂ انھین دونون وقتون کے جنکو
ہمنے دلیل ثانی اور ثالث مین متعین کیا ہے ثابت قرار دیا جاے۔ اور اب ہم اِس بیان
پر اِس بحث کو ختم کرتے ہین کہ ہم اُن پانچون اوقات پر پہونچ گئے جنمین سے ہر ایک کو
ہمنے ایک ایسے مستقل طریقہ سے متعین کیا جس طریقہ کا دوسرے اوقات کے متعین کرنے کے

لیے ہمنے اتباع کیا اور جب ہر ایک کو اُن دونون وقتون مین سے بعض اوقات کے ساتھ مرکب کیا تو ہمکو (۱۰) نتیجہ حاصل ہوئے - یا (۱۰) مدتین زمانی حاصل ہوئین - جنکا مرور بجز طریقۂ قمریہ محض کے کسی اَور طریقہ کے مطابق نہین ہوتا اور اسمین ذرا شک نہین ہے کہ مطلقاً پورا اتحاد جسکی ان تمام نتایج مین ہمنے شہادت پیش کی ہے ایک قطعی حجت اور ظاہری نشانی اُن لوگون کی غلطی اور خطا کی ہے جو یہ خیال کرتے ہین کہ عرب کے لوگ تاریخ قمری شمسی کا استعمال کرتے تھے - بلکہ مطلق کسوف اور خسوف کا مقابلہ ایک ریاضی دلیل اسکی ہے کہ عرب کے لوگ بجز تاریخ قمری محض کے کسی اَور تاریخ کا استعمال نہین کرتے تھے اب مین اس موقعہ پر اس بحث کو اس جملہ پر ختم کرتا ہون کہ عرب کے لوگ قبل ظہور اسلام اور بعد ظہور اسلام بجز سنہ قمری محض کے کسی اَور سنہ کا استعمال نہین کرتے تھے

بحث دوم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے بیان مین

تمام معتبر مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ خدا نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک (۱۲) ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری کو لیکر دار کرامت مین پہونچا دیا - مین کہتا ہون کہ یہ تاریخ اوایل ماہ جون سنہ ۶۳۲ع کے مطابق ہے اور سب لوگ بیان کرتے ہین کہ وہ دوشنبہ کا دن تھا - اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ نیرین کا اجتماع حقیقی یکشنبہ کے روز (۲۴) مئی کو تقریباً بعد ظہر کے (۹) ساعت پر تھا - بحساب زمانہ وسطی مدینہ منورہ کے - لیکن چاند ایسا تھا کہ اُس روز کہ سے اُسکی رویت ممکن نہ تھی بجز منگل کی شام کے جسکی بنیاد پر چہارشنبہ کے روز (۲۰) مئی کو غرۂ ربیع الاول قرار پائیگا - اور جبکہ (۱۲) ربیع الاول (۷) جون روز یکشنبہ کے مطابق ہے - تب ضرور ہے کہ حضرت رسول اللہ نے یا تو یکشنبہ کے روز (۱۲) ربیع الاول کو اپنے پروردگار سے ملاقات کی جو (۷) جون کے مطابق ہے - یا دوشنبہ کے روز (۱۳) ربیع الاول کو جو (۸) جون سنہ ۶۳۲ع کے مطابق ہے - اور قسم اول کے تیسرے مبحث مین یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ آپکی پیدائش (۲۰) اپریل سنہ ۵۷۱ع کو ہوئی اور قسم ثانی کے مبحث اول مین یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ (۲۰) اپریل سنہ ۵۷۱ع اور (۷) جون سنہ ۶۳۲ع کے مابین جو مدت ہے وہ (۲۲۳۳۹) دن ہے - تو اس حساب سے

آپکی عمر (۶۱) سال شمسی اور (۴۸) دن کی ہوگی یا (۶۳) سال قمری اور (۴۳) دن کی ہوگی - اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ (۶۰) یا (۶۳) یا (۶۵) برس زندہ رہے - اور جمہور محققین سلف نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ رسول اللہ کی عمر (۶۳) برس کی تھی - اور علما متاخرین کا بھی اسی پر اتفاق ہے - اور مسعودی نے اس بحث سے متعلق تمامی روایات کے بیان کرنے کے بعد بیان کیا ہے جو حسب ذیل ہے "و بعضہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی بات پر متفق پایا کہ رسول اللہ صلعم کی عمر (۶۳) برس کی تھی"

پس ان معتبر روایتوں کا باخود باہم اتفاق اور ہمارے اس نتیجہ کا اتفاق جسکو ہمنے استنباط کیا ہے یہ دونوں کیوں نہ ہمارے اس قول کی صحت کے قطعی دلائل نہونگے کہ عرب کے لوگ محض قمری تاریخ کا استعمال کرتے تھے - کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اس بحث کے ختم کرنے سے قبل رسول اللہ صلعم کے مبعوث ہونے سے متعلق کچھ مختصر تذکرہ کروں -

بخاری اور مسلم اور اکثر مورخین نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ آپکی عمر (۴۰) سال کے ہونے کے بعد آپ مبعوث ہوئے - اور میرے حساب سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ آپ (۲۰) اپریل ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے تو جب ہم تاریخ مذکورہ سے (۴۰) سال قمری یا (۱۴۲۱۴) دن کا حساب لگائیں تو ہم اول ماہ فروری ۶۱۰ء میں پہونچ جائینگے - اور کیوں ہمارے اس حساب کی صحت پر سورۂ مدثر کی پہلی آیت شہادت نہ دیگی جسنے آپکو آپکے مبعوث ہونے سے مطلع کیا ہے - جو یہ ہے - یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ - قسم ہے مجھے اپنی زندگی کی کہ یہ آیت اپنے ظاہر اور روشن لفظوں اور عمدہ معانی سے اس امر پر دال ہے کہ آپ پر شدت سرما کی فصل میں[۱] وحی نازل ہوئی - اور اس میں ایک ایسی صریح دلیل ہمکو حاصل ہوتی ہے - جو اس بات کو مؤکد طور پر ثابت کرتی ہے کہ عرب کے لوگ صرف تاریخ قمری محض کا استعمال کرتے تھے - اسکے سوا کسی اور تاریخ کا استعمال نہیں کرتے تھے

---

۱ بعض مفسرین کا بیان ہے کہ آپ اسوقت چادر اوڑھے لیٹے تھے جب آپکو کفار قریش کی جانب سے کسی بری بات کی اشاعت کی خبر ہوئی تھی -
اور بعض کا بیان یہ ہے کہ آپ چادر اوڑھے ہوئے سو رہے تھے - اور محی الدین بن عربی نے بیان کیا ہے کہ تدثر اس حمی میں چادر اوڑھنے کو کہتے ہیں جو وحی کے بعد ہوتی ہے ۱۲ منہ

خاتمہ

اس امر کے بیان مین کہ جاہلیت کے زمانہ مین سال شمسی قمری استعمال کیے جاتے تھے یا نہین اور ایام و شہور کے کیا نام تھے

جاہلیت کے زمانہ مین مہینون کے وہی نام تھے۔ جنکا اب ہم استعمال کرتے ہین۔ جو۔ محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الثانی۔ جمادی الاول۔ جمادی الثانی۔ رجب۔ شعبان رمضان۔ شوال۔ ذلیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ ہین عرب مین ان مین سے چار مہینون کو محرمات خیال کرتے تھے۔ جنکو اشہر حرم کے نام سے نامزد کرتے تھے۔ اسلیے کہ ظہور دین محمدی کے قبل بہت ہی عرصۂ دراز سے اُنکا اعتقاد یہ تھا کہ ان مہینون مین قتل و قتال حرام ہی۔ جو۔ رجب۔ ذی القعدہ ذی الحجہ۔ محرم ہین۔ ان مہینون مین ہتھیار اُتار ڈالتے تھے۔ اور لڑائی سے باز رہتے تھے۔ جھگڑے بکھیڑے موقوف کردیتے تھے۔ عداوتون کو دور کردیتے تھے۔ موسیو کوسان دو پرسوال نے جو اس متعلق بیان کیا ہی۔ اُسکا ترجمہ حسب ذیل

"اُس ترک جنگ و جدال مین خدا کی ایک بہت بڑی حکمت ہی۔ ایسے گروہ کے حق مین جنکا شیوہ بجز لوٹ مار کے اور کچھ نہ تھا۔ جنکا طریقہ لوگون کا سال چھین لینا تھا جنکی عادت لوگون مین فتنہ و فساد پھیلانے کی تھی۔ کیونکہ اس ترک جنگ و جدال کی وجہ سے عرب کے قبائل ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی سے محفوظ رہتے تھے۔ یہ اوقات اس غرض سے متعین کردیے گئے تھے کہ اور لوگ اُن ایام مین اپنی جان و مال سے امن و امان مین رہین۔ اور تاجرون کے بازار جہان کہین ہون ان ایام مین نہایت اطمینان اور امن سے کھل جائین"

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ عرب کے لیے ہر سال مین دو وقت معین تھے۔ جن دنون وہ کینہ و حسد اپنے دلون سے نکال ڈالتے تھے۔ ایک صرف ماہ رجب۔ اور دوسرا ذی القعدہ۔ اور ذی الحجہ۔ اور محرم۔ لیکن متواتر تین مہینے تک قتل و قتال کی تحریم ایسی قوم کے لیے بہت ہی شاق اور گران تھی جو ہمیشہ جنگ و جدال کی عادی تھی۔ اور جنھون نے فتنہ و فساد کو اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا تھا۔ غرضکہ جب وہ متواتر تین مہینے تک اپنی خواہش اصلی کو نہ روک سکے تب اس غرض سے کہ لڑائی سے اپنی حاجت پوری کرین لڑائی کے دروازہ کھلین تاکہ اسباب کے مہیا ہونے کے بعد مال غنیمت ضائع نہو سکے اُنھون نے نسی کو ایجاد کیا۔ (نسی یہ ہی کہ ماہ محرم کو غیر ماہ محرم تک موخر کردیا جائے) تا کہ وہ اپنی جنگی خواہشات اور دینی فرائض دونون کو ادا کرین پس وہ دوسرے وقت کے آخری مہینہ یعنے ماہ محرم کی تحریم کو ماہ صفر مین لگا دیتے

تھے۔ اور متواتر تین مہینے کے معاوضہ مین دو ہی مہینے متواتر تحریم کے باقی رکھتے تھے مسعودی
کے اس قول کو دیکھو جو اُسنے مکہ کے حالات بیان کرنے کے ضمن مین بیان کیا ہی جو حسب ذیل ہی۔
فُقیم (قبیلہ) بنی مالک بن کنانہ مین تھی۔ اُنمین سب سے پہلا موجد قلمس حذیفہ ابن عبید تھا۔
اُسکے بعد اُسکا بیٹا مسمی قلع بن حذیفہ اُسکی جگہ پیہ ہوا۔ اُسی کے زمانہ مین اسلام کا ظہور ہوا۔ اور
سب سے آخر مین ابو ثمامہ ہوا۔ اور یہ طریقہ اس طرح جاری تھا۔ کہ عرب جب حج سے فارغ ہوکر
واپسی کا ارادہ کرتے تھے تو سب کے سب اُسکے پاس آکر جمع ہو جاتے تھے۔ تب وہ کھڑے ہوکر یہ
مضمون بیان کردیتا تھا۔ کہ یا اللہ مین نے دو صفر مین سے ایک پہلے صفر کو حلال کردیا۔ اور
دوسرے کو مین نے سال آیندہ کے لیے نسئی کردیا۔ اسکے بعد جب اسلام ظاہر ہوا تب سب مہینے
اپنے اپنے موقعہ پر آگئے۔ جسطرح اصل مین تھے۔ اور رسول اللہ کی اس حدیث کا یہی مطلب ہی
جو آپ نے فرمایا کہ زمانہ اُسی طرح اپنی حالت پر پلٹ گیا جسطرح اُسدن تھا جس دن خدا نے
آسمانون اور زمین کو پیدا کیا تھا تا آخر حدیث۔ اور خدا تعالے نے اُس سے متعلق اس
آیت کے ذریعہ سے خبر دی ہی۔ انما النسئ زیادۃ فی الکفر۔ الخ (اسمین شک نہین کہ نسئی
کی رسم حالت کفر مین ترقی ہی) اس فعل پر عمرو بن قیس فراسی نے فخر کرکے یہ شعر کہا تھا ؎

السنا الناسئین الی معد   شہور الحل نجعلہا حراما

(کیا ہم لوگ ایک وقت مقررہ کو نسئی کرنے والے نہین ہین یعنی ہٹا دینے ہین تو کیا ہم حلال مہینے کو حرام نہین کردیتے یعنی کردیتے ہین)
اور بعض کا بیان ہی کہ ان مہینون کے نام جنکو مین نے اس سے قبل بیان کیا ہی کلاب بن مرہ کے زمانہ
مین وضع کیے گئے ہین۔ جو رسول اللہ کے اجداد مین سے تھے۔ اور یہ واقعہ تقریباً اسلام سے دو
قرن قبل کا ہی۔ اور ان مہینون کے قدیمی نام نہ مشہور ہین نہ کسی نے آنکی پوری کیفیت کے ساتھ
اُنھین منضبط اور متعین کیا ہی۔ مسعودی نے مروج الذہب مین قدیم مہینون کے جو نام بیان
کیے ہین وہ بلحاظ ترتیب شہور محرم وغیرہ بہ تفصیل ذیل ہین۔

ناتق (محرم)۔ اور ثقیل (صفر)۔ اور طلیق (ربیع الاول) اور ناجر (ربیع الثانی) اور اسلخ یا اسلخ یا سماخ یا سماح (جمادی الاول) (حسب اختلاف روایات)
اور امنح (جمادی الثانی)۔ اور احلک (رجب)۔ اور کسع (شعبان)۔ اور زاہر (رمضان) اور بوط یا برط (شوال)۔ اور حرف یا نعس (ذیقعدہ)۔ اور برک یا مرس (ذی الحجہ)

اور بیرونی جو اس مادہ مین مسعودی سے زیادہ واقف معلوم ہوتا ہی اُسنے کتاب الآثار مین یہ بیان کیا ہی جو حسب ذیل ہی
اور اُن مہینون کے نام پائے جاتے ہین جن ناموں سے پہلے لوگ ان مہینون کو نامزد کرتے تھے۔ جو یہ ہین

مؤتمر۔ ناجر۔ خوان۔ صوان۔ حنین۔ رنی۔ اصم۔ عادل۔ ناتق۔ واغل۔ ھواع۔ برک۔
پھر یہ بیان کرنا ہے جو حسب ذیل ہے

دو اور یہ نام ہمارے بیان سابق کے خلاف پائے جاتے ہین - اور مختلف الترتیب ہین جیسا کہ کسی شاعر نے اپنے اشعار مین اسکو بیان کیا ہے جو حسب ذیل ہے ؎

بموتمر و ناجر بدأنا	وبالخوان يتبعه الصوان
وبالرنی وبائدة تليه	يعود أصم صم به السنان
وواغلة وناتلة جميعا	وعادله فهم غرر حسان
ورنة بعدها برك فتمت	شهور الحول يعقدها البنان

(یعنی مؤتمر۔ ناجر۔ خوان۔ صوان۔ رنی۔ بایدہ۔ اصم۔ واغلہ۔ ناتلہ۔ عادل۔ رنہ۔ برک")

اور علامہ مذکور نے اور بھی ان مہینون کے نام بیان کیے ہین لیکن اسمین بجز اسکے کہ گیارھوین مہینہ مین بجائے (ھواع) کے رنہ بیان کیا ہے۔ اور کوئی اختلاف نہین ہے۔ اور اس سے زیادہ اسکی تفصیل یہ ہے کہ جب ہم ان نامون کو لغت کی کتابون مین دیکھتے ہین تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت مین محرم کو مؤتمر - اور صفر کو ناجر - اور ربیع الاول کو خوان - اور ربیع الثانی کو صوان - اور جمادی الاول کو حنین - یا رنا - اور جمادی الثانی کو رنی - یا بائدہ - اور رجب کو اصم اور شعبان کو واغل یا وعل یا عادل - اور رمضان کو ناتق یا ناتل اور شوال کو وعل یا وغل یا عادل اور ذی القعدہ کو ہواع - اور ذی الحجہ کو برک کہتے تھے۔ اور جب ہم ان نامون پر بنظر تامل غور کرتے ہین تو ہم ان مین سے چار نامون کو فصول اربعہ کی طبیعت کے موافق اور مطابق پاتے ہین لفظ (ناجر) جسکو مسعودی نے بیرونی کے خلاف چوتھے مہینے کا نام بیان کیا ہے اور بیرونی نے

سلہ اور اس تسمیۂ ثالث کو حسب ذیل منظوم بیان کیا ہے ؎
اردت شهور العرب في جاهلية * فخذها على السرد المحرم تشترك * فمؤتمر يأتي ومن بعد ناجر * وخوان مع صوان تجمع في شرك * حنين ورنى والاصم وعادل * وناتق مع وغل ورنة مع برك
اگر تم جاہلیت کے مہینون کے نام سے مطلع ہونا چاہتے ہو تو محرم کے مقابل سے شروع کرو - مؤتمر ہے اسکے بعد ناجر اور خوان پھر صوان ہے - حنین - رنی - اصم - عادل - ناتق - وغل - رنہ - برک - ہے ۱۲
سلہ رنا دونون جمادی (یعنی جمادی الاول اور جمادی الثانی) کو بھی کہتے ہین - سلہ وعل مثل کتف کے شعبان کو کہتے ہین کذا فی القاموس سلہ عادل ہے یا عاذل۔

اسکو دوسرے مہینے کا نام بیان کیا ہے - یہ شدت اور انتہائے حرارت پر دلالت کرتا ہے اور
اُسنے اپنے اس قول کی تائید میں بہت ہی قدیم شعر بطور استشہاد کے پیش کیا ہے جو یہ ہے

صری آسن یزوی للدائم وجهه　　　وان ذاقها الظمان فی شهر ناجر

(یعنی وہ ایسے گندے اور بدبو پانی سے منہ دھوتا ہے کہ ماہ ناجر کا پیاسا بھی اُس پانی کو نہ چکھے)
اور اسی بنیاد پر اسمین شک نہین رہتا کہ ناجر سخت گرمی کے زمانہ کے کسی مہینے کا نام ہے جس سے
یہ لازم آتا ہے کہ ماہ مؤتمر - اور ناجر - اور خوان - یہ تینون فصل گرما کے مہینون کے نام ہون اور دوسرے
تین مہینے (جنکی نسبت ہمنے بیان کیا ہے کہ وہ فصول کی طبیعت کے موافق ہین) صوان اور
رباب اور بائدہ ہین جو فصل خریف کے مہینے ہون - اسلیے کہ لفظ (ربا) مین غور کرنے سے اُسکا
اس فصل کی طبیعت کے موافق ہونا معلوم ہوتا ہے - کیونکہ ربا یا تو (ربب) سے مشتق ہوگا جس کے
معنی کثرت آب کے ہین - یا (رباب) سے مشتق ہوگا جسکے معنی اُس معلق بادل کے ہین جسکو
ہم دیکھتے ہین - کہ بجز ابر کے کوئی اور چیز معلوم ہوتا ہے کبھی سفید کبھی سیاہ دیکھتا ہے - اور
ساتوان اور آٹھوان اور نوان مہینہ (یعنی اصم - و اعل - ناتل) ضرور ہے کہ یہ جاڑے ان
کے مہینے ہون اور یہ لفظ (ناتل) سے مستفاد ہوتا ہے جسکے یہ معنی ہین کہ کوئی شخص جلّو بھر
پانی لے - عام اس سے کہ وہ کسی نہر سے پانی لے یا کسی کنوئین سے یا کسی چشمہ سے - اور فصل
ربیع بقیہ تین مہینون کے اول مہینہ کے لفظ سے متعین ہوتی ہے جو عادل - ہواع - برک ہین
کیونکہ لفظ (عادل) ایسے شخص پر دلالت کرتا ہے جو تقسیم مین عدل سے کام لے - یا جو دو عدل مین
مساوات سے کام لے - تب اُسوقت ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ جس زمانہ مین ان مہینون کے نام رکھے
گئے تھے - وہ اعتدال ربیعی کا زمانہ تھا - اسطرح کہ اُس زمانہ مین رات اور دن دونون برابر تھے
اسلیے اسکا نام (عادل) رکھدیا ہے - اور اسی طرح کی مناسبت ہمکو بعض جدید مہینون کے
نامون مین بھی معلوم ہوتی ہے (جو محرم اور صفر وغیرہ ہین) یعنی فصول اربعہ کی طبیعت
کے موافق اور مطابق ہین - مثلاً رمضان (رمضاء) سے ماخوذ ہے جسکے معنی شدت گرما کے
ہین اور ربیع بارش اور اُن نباتات پر دال ہے جو فصل ربیع مین اُگتے ہین - اور جمادی سے کے
معنے جم جانے اور خشک ہوجانے کے ہین - جیسے کہ جماد کے معنی ایسی زمین کے ہین جو بارش
کے نہونے کی وجہ سے خشک ہو جائے عرب کہتے ہین (جمد الماء) جب پانی برف کے
طرح جمجاتا ہے اور جمادی کے معنے سخت سردی کے ہین - پس یہ مناسبات خریہ جو عربی مہینے (عام

اس سے کہ قدیم ہون یا جدید) اور فصول اربعہ کے مابین پائے جاتے ہین۔ کیا یہ اس بات کی
دلیل ہو سکتے ہین کہ یہ مہینے قمری شمسی سال کے حساب سے وضع کیے گئے تھے۔ ہرگز نہین۔ اسلیے کہ
اس باب مین علما۔ مورخین وغیرہ کے نصوص کا اجتماع اور اتفاق موجود ہی کہ وہ سال قمری شمسی کے حساب سے
نہین وضع کیے گئے۔ اور اس سے متعلق کہ یہ مہینے بحساب قمری شمسی وضع کیے گئے کوئی ایسی محقق خبر موجود
نہین ہی جو خلاف نصوص (مذکورہ) موید ہو۔ اور یہ بات معلوم ہی ہی کہ عرب کی طبیعت
کا مقتضا یہی ہی کہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام مین انتقال مکانی کیا کرتے تھے۔
اور زراعت کے اکثر امور سے وہ ناواقف تھے۔ بالجملہ اُنکی تمام عادات اور امور متعلقہ ہمکو اس
خیال پر مجبور کرتے ہین کہ وہ محض قمری سال کا استعمال کرتے تھے جسکی بنیاد پر اس سے اتفاق
نہین کیا جاسکتا کہ یہ مناسبات اسکی دلیل ہون کہ ماہ ناجر اور ناتل اور عادل قمری شمسی سال کے
مہینے ہون یا زراعتی مہینے ہون بلکہ غایت الامر ان مناسبات سے بس اتنا ہی ثابت ہوتا ہی کہ
عرب کے لوگ جب مہینون کے نام رکھتے تھے تو صرف سال تسمیہ شہور مین اُن مہینون کے نام
رکھنے مین حوادث جو یہ اور جو حوادث اُس سال ہوتے تھے اُن سب کی مناسبات کا لحاظ
رکھتے تھے اور اپنی ناواقفیت کی وجہ سے وہ آیندہ کے واقعات پر کچھ خیال نہین کرتے تھے کہ
(۱۷) برس گذرنیکے بعد گرمی کے مہینے جاڑون مین اور جاڑون کے مہینے گرمیون مین پڑینگے۔
جب یہ بات معلوم ہو گئی تو پھر کیا یہ کہنا بھی صحیح ہو سکتا ہی کہ ماہ ربیع اور جمادی اور رمضان وغیرہ
(تمام جدید مہینے) بھی زراعتی سال پیدا کرنے کی غرض سے مرتب کیے گئے تھے۔ ہرگز نہین جب
یہ بات معلوم ہو چکی کہ قدیم مہینون کو بجز سال قمری محض کے کسی اور سنہ سے کوئی تعلق نہ تھا
تب اسکی کوئی وجہ نہین ہی کہ جدید مہینون کو سال قمری شمسی کا مہینہ کہا جائے۔ نہایت تعجب
کی بات ہی کہ ہمارے بڑے بڑے مشہور مورخون کی رائے اسکے خلاف ہی۔ ہمکو مناسب
معلوم ہوتا ہی کہ ہم اس موقعہ پر اُس بنیاد سے متعلق سوال کرین جسکے اعتماد پر اُنھون نے اپنی
رائے کی عمارت قائم کی ہی پس ہم سوال کرتے ہین کہ کیا یہ نہین ہو سکتا کہ اُنھون نے
بغیر غور اور فکر کے یا خود یا ایک دوسرے کی رائے کی نقل کر دی ہو۔ قسم ہی مجھے میری زندگی
کی کہ یہ مسئلہ ایک نہایت ہی اہم مسئلہ ہی اسکا جواب بجز ایجاب کے مین کچھ نہین دونگا۔
جسکی ایسی دلیل میرے پاس موجود ہی۔ جو بہت جلد سمجھ مین آسکتی ہی۔ اور اُن عبارات

سلہ یعنی بیشک اُنھون نے ایسا ہی کیا ہی یا خود یا ایک دوسرے کی رائے کی نقل کر دی ہی ۱۲

کے مقابلہ کرنے کے بعد ہی جنکو مورخین نے اس بحث سے متعلق بیان کیا ہی تمکو معلوم ہو جائیگا چنانچہ موسیو کوسان دو پرسوال نے اسی کی جانب متوجہ کیا ہی۔ جہان اس نے یہ بیان کیا ہی[۵۱]

مقریزی نے تقریباً حرف بہ حرف بیرونی کے کلام کو نقل کیا ہی۔ اور بیرونی اور محمد جرکسی دونون نے ابو معشر[۵۲] کی کتاب الالوف کی نقل کی ہی۔ پس ابو معشر ہی پہلا شخص ہی جس نے اس سے متعلق بحث کی۔ ہی اُسکی کتاب مذکورہ پہلی کتاب ہی جو ہمکو اس باب مین ملی ہی۔ اور ابوالفدار نے تو صرف مسعودی سے نقل کیا ہی"

اور موسیو سیلفسر دوساسی نے مقالات جمیعۃ الآثار والآداب کے (۴۸) وین جزو مین مقریزی اور محمد جرکسی اور ابوالفدا کے اقوال کو بیان کیا ہی اور اسیطرح موسیو کوسان دو پرسوال نے اخبار آسیا مورخہ اپریل ۱۸۴۳ء کے پرچہ مین بیرونی کی بعض عبارات کی نقل کی ہی۔ پس میری دانست مین ابو معشر ہی کے اقوال ایسے ہین جنکو اُس سے قبل کسی اور نے نہین بیان کیا لہذا مین اس فرصت کو غنیمت خیال کرکے اس موقعہ پر اُس سے متعلق بحث کرتا ہون۔ چونکہ وہ اس بحث مین سب کتابون سے قدیم کتاب ہی لہذا اسی واسطہ سے ممکن ہی کہ ہم اُن اقوال کا مقابلہ کرین جو درحقیقت اُس سے منقول ہین۔ واضح رہے کہ ہمنے یہ عبارت ابو معشر کی ذاتی کتاب کتاب الالوف سے نہین نقل کی ہی بلکہ کتاب منتہی الادراک فی تقاسیم الافلاک سے نقل کی ہی جسکو مؤلف کتاب نے ابو معشر کی کتاب الالوف کی جانب منسوب کیا ہی۔ یہ عبارت آٹھوین باب مین مذکور ہی جہان اُس نے تاریخ ہجرت سے متعلق بحث کی ہی جو حسب ذیل ہی۔

"عرب جاہلیت کے زمانہ مین چاند دیکھکر سنہ قمری کا استعمال کرتے تھے۔ جسطرح اب اہل اسلام کیا کرتے ہین۔ اور وہ ہم ذی الحجہ کو حج کیا کرتے تھے۔ تو حج کا زمانہ ہمیشہ ایک ہی فصل مین نہین آتا تھا۔ بلکہ مختلف فصلو نمین آتا تھا۔ کبھی تو گرمیون مین آتا تھا۔ اور کبھی جاڑون مین۔ اور کبھی بقیہ دو فصلون مین اسوجہ سے کہ سال شمسی اور سال قمری مین گھٹاؤ بڑھاؤ ہوا کرتا ہی۔ تب اُنھون نے یہ خواہش کی کہ اُنکے حج کا زمانہ اُنکی تجارت کے اوقات کے موافق ہو۔ ایسا موسم ہو کہ ہوا سردی اور گرمی مین معتدل ہو۔ اور درختون کے پتے نکلتے ہون۔ اور گھانس اُگ گئی ہو۔ تاکہ اُنھین مکہ کی جانب سفر کرنا سہل ہو جائے۔ اور وہان پہونچکر وہ تجارت بھی کرین اور حج کے ارکان بھی ادا کرین۔ تب اُنھون نے یہودیون سے کبیسہ کا عمل سیکھا۔ اور اُسکا نام نسیٔ (یعنی تاخیر) رکھا۔ لیکن اُنھون نے اُسکے بعض

---

[۵۱] تم اُس مضمون کو دیکھو جسکا عنوان "تقویم العرب قبل الاسلام" ہی جو اخبار آسیا کے اُس پرچہ مین مندرج ہی جو اپریل سنہ ۱۸۴۳ء مین نکلا ہی ۱۲ منہ

[۵۲] مسعودی نے ابو معشر کا مروج الذہب مین تذکرہ کیا ہی جسکو اُسنے سنہ ۳۳۲ھ مین تالیف کیا ہی۔ اور ابن خلکان کہتے ہین کہ ابو معشر سنہ ۲۷۲ھ مین گذرے ۱۲ منہ

اعمال مین یہودیون کی مخالفت کی کیونکہ یہود تو (۱۹) سال قمری مین (۷) مہینے قمری بطور کبیسہ کے بڑھا دیتے تھے تاکہ (۱۹) سال شمسی ہوجائین اور عرب (۲۴) سال قمری مین (۹) مہینے بطور کبیسہ کے ملا دیتے تھے اور اس عمل کے اجراے کی غرض سے انھون نے (قبیلہ) کنانہ مین سے ایک شخص کو منتخب کیا تھا۔ جسکو قلمس کہتے تھے۔ اور اُسکی اولاد بھی یہی کام کرتی تھی جنکو قلامسہ کہتے تھے۔ اور انکو نساۃ (نسئی کا کام کرنے والا) بھی کہتے تھے (قلمس کے معنے گہرے دریا کے ہین) اور سب کے اخیر مین جو اُسکی اولاد مین سے اس کام کا متولی ہوا وہ ابوثمامہ جنادہ بن عوف بن قلع بن عباد بن قلع بن حذیفہ تھا۔ اور قلمس حج کے موسم مین عرفات مین کھڑا ہوکر لوگون کو خطبہ پڑھکر سناتا تھا۔ اور اپنا خطبہ اُس سال سے شروع کرتا تھا جس سال حج ماہ ذی الحجہ مین واقع ہوتا تھا۔ تو اُس سال محرم کو نسئی (مؤخر) کردیتا تھا اور اُسکو بارہ مہینون مین نہین شمار کرتا تھا۔ اور سال آئندہ کا اول مہینہ ماہ صفر کو قرار دیتا تھا۔ جسکی وجہ سے ماہ محرم سب مہینون کے آخر مین آتا تھا۔ اور ماہ ذی الحجہ کے قائم مقام ہوتا تھا۔ اور لوگ اسی ماہ محرم مین حج کرتے تھے۔ اور ماہ محرم مین دو سال حج ہوتا تھا۔ پھر تیسرے سال حج کے موسم مین لوگون کو خطبہ پڑھکر سناتا تھا۔ اور ماہ صفر کو جسکو گذشتہ دو سالون مین اول ماہ قرار دیا تھا نسئی (مؤخر) کردیتا تھا۔ اور آیندہ تیسرے اور چوتھے سال مین ماہ ربیع الاول کو اول ماہ قرار دیتا تھا جسکی وجہ سے ان دونون سالون مین ماہ صفر مین حج کرتے تھے جو اُن دونون سالون مین آخر ماہ مین واقع ہوتا تھا پھر ہمیشہ ہر دو سال کے بعد اُسکا یہی طریق عمل رہتا تھا۔ تاآنکہ (۲۳) سال مین اول ماہ ذی الحجہ واقع ہوجاتا تھا جسکو وہ محرم کے نام سے موسوم کرتا تھا اور ان دونون سالون مین ماہ ذی القعدہ مین حج کرتے تھے جو ان دونون سالون مین اخیر ماہ واقع ہوتا تھا۔ پھر (۲۵) سال مین اول ماہ محرم واقع ہوجاتا تھا اور حج کا زمانہ ذی الحجہ مین آجاتا تھا۔ جسکے بعد مثل سابق کے پھر دوسرا دورہ شروع ہوجاتا تھا اور ہر ایک دورہ سال کے (۲۵) مہینے شمار کرتے تھے۔ اور رسول اللہؐ نے مکہ سے مدینہ کی جانب اُس زمانہ مین ہجرت فرمائی تھی جب کہ اس اخیر دورہ کا سولھوان سال تھا۔ جس سال مین اول ماہ ماہ شعبان تھا۔ اور آخر ماہ جسمین حج واقع ہوا تھا۔ ماہ رجب تھا۔ کیونکہ لوگ اسکو اچھی طرح یاد رکھتے تھے۔ پھر جب اس دورہ کا تیئیسوان سال آیا جس سال اول ماہ ماہ ذی الحجہ تھا۔ جو ۹ سنہ ہجری کا زمانہ تھا۔ تو اس سال آپ نے (۱۳) یا (۱۷) رمضان کو (حسب اختلاف روایات) مکہ کو فتح کیا۔ اور اپنے حج کی غرض سے اُس سال قیام نہ فرمایا اسلیے کہ اُس سال ماہ ذی القعدہ

مین حج واقع ہوتا تھا۔ جب پچیسواں سال آگیا اور پھر یہ دورہ از سر نو محرم سے شروع ہوگیا اور اُس سال پہلا مہینہ محرم ہی ہوا جو سنہ ہجری کا زمانہ ہی تو اُس سال رسول اللہؐ مکہ تشریف لائے اور آپ نے مہینوں کی ظاہری صورتوں کی بنیاد پر (۱۰) ذی الحجہ کو حج کیا۔ یہی حجۃ الوداع ہی۔ پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ پڑھکر سنایا اور لوگوں کو احکام الٰہی سے مطلع کیا۔ آپ نے اپنے اسی خطبہ مین فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ زمانہ اپنی اُس اصلی حالت پر آگیا جسدن خدا نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا تھا۔ اُس سے آپکی یہ مراد تھی کہ مہینوں کے نام پھر اپنی اُسی حالت پر پلٹ کر آگئے جیسے کہ اول زمانہ مین تھے۔ اور آپ نے اُنکو نسئی کے استعمال سے منع فرمایا جسکے بعد اُنکے سال اور اُنکے مہینے چاروں فصول۔ ربیع خریف۔ گرمی۔ سردی۔ مین پھیل گئے۔ اور اب تک یہی حالت ہی۔ اور میرا یہ بیان ابو معشر کے بیان کی بنیاد پر مبنی ہی جسکو اُس نے کتاب الالوف مین بیان کیا ہی۔ اور اُسی کتاب مین اُسنے بروایت بعض یہ بھی بیان کیا ہی کہ عرب کے لوگ ہر (۲۴) سال قمری کے بعد (۹) مہینے بطور کبیسہ کے بڑھا دیتے تھے وہ اُس زیادتی کا لحاظ کرتے تھے جو سال شمسی مین ہی۔ یعنی (۱۱) دن اور (۲۱) ساعت اور خمس یعنی ⅕ ساعت۔ وہ اسکے عوض مین پورا مہینہ ملحق کر دیتے تھے جب وہ سب ایام ملکر اتنے ہو جاتے تھے جو ایک مہینے کے دنوں کے لیے کافی ہوں لیکن انکا طریق عمل یہ تھا کہ وہ زیادتی کے (۱۰) دن اور (۲۰) ساعت مانتے تھے جسکی وجہ سے اُنکے مہینے ہر ایک زمانہ مین یکسان حالت پر رہتے تھے۔ اور ایک ہی طریقہ پر جاری تھے۔ نہ اپنے وقتوں سے موخر ہوتے تھے نہ مقدم ہوتے تھے۔ تا آنکہ رسول اللہؐ نے حج کیا جسکے بعد ان مہینوں کے نام اُنکے معانی کے غیر مطابق ہوگئے۔ اور اُنکے ناموں سے اُنکے معانی کا استنباط مفقود ہوگیا اسلیے کہ ان مہینوں کے نام اُن حالات سے مشتق تھے جو ان مہینوں مین جاری تھے۔ پس جب وہ اپنی اوقات معینہ سے متغیر ہوکر اور اور فصلوں مین آنے لگے تو پھر اُن حالات کے ان مہینوں مین وقوع کا اتفاق نہوا۔ انکا پہلا مہینہ محرم تھا جسکی وجہ تسمیہ یہ ہی کہ یہ مہینہ منجملہ چار ماہ حرام کے تھا جو ذی القعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب ہین۔ جن چار مہینوں مین عرب کے لوگ قتل و قتال کو حرام خیال کرتے تھے۔ اور کسی سے خونریزی کے لیے تعرض نہین کرتے تھے۔ اگرچہ کسی پر خون کا دعویٰ ہی کیوں نہو۔ پھر صفر کا مہینہ ہی جسکی وجہ تسمیہ یہ ہی کہ جب اُنکو کوئی مرض لاحق ہو جاتا تھا تو اُنکے رنگ زرد ہو جاتے تھے۔ پھر ربیع الاول اور ربیع الثانی ہی انکا نام ربیع اس وجہ سے رکھا گیا کہ یہ مہینے فصل خریف مین پڑتے تھے اور عرب کے لوگ خریف کو ربیع کہا کرتے تھے۔ پھر جمادی الاول اور جمادی الثانی ہی جنکی وجہ تسمیہ یہ ہی کہ یہ دونوں مہینے جاڑوں کے موسم مین آتے تھے جب پانی جم جاتا تھا اور برف پڑنے

لگتی تھی - پھر رجب ہی جسکی وجہ تسمیہ یہ ہی کہ ان دنون مین یہ کہا جاتا تھا کہ ارجبوا یعنی قتل وقتال سے باز رہو - پھر شعبان ہی جسکی وجہ تسمیہ یہ ہی کہ عرب کے قبائل اس مہینہ مین پانی اور لوٹ مار حاصل کرنے کی غرض سے متفرق ہو جاتے تھے - پھر رمضان ہی جسکی وجہ تسمیہ یہ ہی کہ یہ مہینہ شروع گرمی کی فصل مین آتا تھا جب زمین تپنا شروع ہو جاتی تھی - پھر شوال ہی جسکی وجہ تسمیہ یہ ہی کہ عرب اس مہینے مین کہتے تھے شولوا یعنے کوچ کردو - اور بعض کا بیان ہی کہ اس مہینے مین اونٹنیان بوجہ شہوت کے نر اونٹ کے لیے اپنی دُم اُٹھا دیتی تھین - اور اسی وجہ سے عرب کے لوگ اس مہینہ مین تزویج کو ناجائز خیال کرتے تھے - پھر ذی القعدہ ہی جسکی وجہ تسمیہ یہ ہی کہ عرب اس مہینہ مین قتل وقتال چھوڑ کر بیٹھ جاتے تھے - پھر ذی الحجہ ہی جسکی وجہ تسمیہ یہ ہی کہ اس مہینہ مین حج کرتے تھے - غرضکہ اُنکے مہینے فصول اربعہ پر منقسم تھے - اور اُنکے نام بہ لحاظ اُن حالات اور واقعات کے مقرر تھے جو اُن مہینون مین واقع ہوتے تھے - اور پہلے فصل خریف سے شروع کرتے تھے جسکو وہ ربیع کہتے تھے - اُسکے بعد فصل سرما اور فصل ربیع ہوتی تھی جسکو وہ (صیف) کہتے تھے - اور بعض لوگ اسکو ربیع ثانی کہتے تھے - پھر فصل گرما آتی تھی جسکو وہ (قیظ) کہتے تھے جب نسئی حرام ہو گیا تو مہینون کی فصول اربعہ پر تقسیم موقوف ہو گئی - اور اسلام نے صرف اُنکے نام باقی رکھے ،، انتہی کلام صاحب منتہی الادراک -

قبل اسکے کہ مین اس طویل بحث مین جسکو البو معشر نے بیان کیا ہی غور اور فکر کرون اور اُس سے فوائد مطلوبہ اور نتیجہ مرغوبہ استنباط کرون مین مناسب خیال کرتا ہون کہ اس موقعہ پر بیرونی کے اُس کلام کو بیان کردون جو اُسنے اس بحث سے متعلق بیان کیا ہی اسلیے کہ وہ بھی مثل ابو معشر کے ایک قدیم اور پرانے زمانہ کا آدمی ہی جسکی حاجی خلیفہ نے اُسکی وفات ۴۳۰ ہجری مین بیان کی ہی - اور معلوم ہوتا ہی کہ وہ بہت زمانہ تک اس بحث مین مصروف رہا ہی اور اسمین اُس نے بہت باریک باتین نکالی ہین اور اُس نے ابو معشر کے اقوال اور رائے سے زیادہ بعض قدیم اخبار اور روایتین ایسی بیان کی ہین جو اسکو ملین اور جو اکثر کبیسہ کی بنیاد تھین - اور اُس نے اس بحث سے متعلق اپنی مؤلفہ کتاب الآثار مین دو مقام پر بحث کی ہی - اوّل مقام پر تو حسب ذیل اُسنے بیان کیا ہی - وہ عرب جاہلیت کے زمانہ مین ایسا ہی کرتے تھے وہ اُس زیادتی پر نظر کرتے تھے - جو اُنکے سال اور سال شمسی مین ہوتی تھی - جو بروے حساب (۱۱) دن اور (۲۱) اور ۱/۵ ساعت ہی وہ اسکے عوض مین پورا مہینہ ملحق کردیتے تھے جب وہ سب ایام ملکر اتنے ہو جاتے تھے جو مہینہ کے

دنون کے لیے کافی ہون لیکن اُنکا عملدرآمد یہ تھا کہ وہ اُسکی زیادتی کو (۱) اور (۲) سال خیال کرتے تھے اور اس نسأۃ کے متولی (قبیلہ) کنانہ کے لوگ تھے جو قلامس کے نام سے مشہور تھے جسکا واحد قلمس ہے جسکے معنے گہرے دریا کے ہین - اور وہ ابو ثمامہ جنادہ بن عوف بن امیہ بن قلع بن عباد بن قلع بن حذیفہ تھے - اور ترتیب حج نسأۃ کیا کرتے تھے - ان مین سب سے پہلا شخص جسنے نسأۃ کی حذیفہ ہے جو ابن عبد فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن مالک بن کنانہ تھا - اور انمین سب سے اخیر کا شخص جسنے نسأۃ کی ابو ثمامہ ہے - اُنکے کسی شاعر نے اُنکی تعریف مین یہ شعر کہا ہے ؎

فذا فقیم کان یدعی القلمسا ٭ وکان للدین لهم مؤسسا ٭ مستمعا فی قوله مرأسا ٭

یہ فقیم ہے جو قلمس کے نام سے پکارا جاتا ہے ٭ جس سے دین کی بنیاد قائم ہے ٭ لوگ اُسکی بات سنکر خوش ہوتے ہین ٭ اور دوسرے شاعر نے یہ کہا ہے ؎

مشهور من سابقی کنانه ٭ معظم مشرف مکانه ٭ مضی علی ذلکم زمانه ٭

(قبیلہ) کنانہ سے ایک مشہور شخص ہے ٭ جسکا مرتبہ بہت بلند ہے - اُسی عزت کے ساتھ اُسکا زمانہ گذر گیا ٭

اور کسی شاعر نے یہ کہا ہے ؎

ما بین دور الشمس والهلال ٭ یجمعه جمعا لدی الاجال ٭ حتی یتم الشهر بالکمال ٭

زمانہ مابین دورۂ آفتاب اور چاند ٭ ایک عمدہ شخص جمع کر دیتا ہے تا آنکہ مہینے کامل ہو جاتے ہین ٭

اور عرب نے یہ طریقہ یہودیون سے حاصل کیا تھا (جو تقریباً ظہور اسلام سے دو سو برس قبل کا واقعہ ہے) یہ لوگ ہر (۲۴) سال قمری کے بعد (۹) مہینے لیطور کبیسہ کے بڑھا دیتے تھے - اُنکے مہینے یکسان اپنے اوقات معینہ پر قائم تھے - نہ اپنے اوقات معینہ سے موخر ہوتے تھے نہ مقدم ہوتے تھے - تا آنکہ رسول اللہؐ نے حج کیا جو حجۃ الوداع ہے - اور آپ پر یہ آیت نازل ہوئی - انما النسیٔ زیادة فی الکفر یضل به الذین کفروا یحلونه عاما ویحرمونه عاما [1] تب آپ نے لوگون کو خطبہ پڑھکر سنایا اور اُس خطبہ مین آپ نے فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ زمانہ اپنی اُسی ہیئت پر پلٹ گیا جیسا کہ اُس دن تھا جس دن خدا نے آسمانون اور زمین کو پیدا کیا تھا - اور جو نسی سے متعلق آپ نے یہی آیت لوگون کو پڑھکر سنا دی - جو بہی کبیسہ ہے - جسکے بعد انھون نے اس طریقہ کو چھوڑ دیا - اور مہینے اپنی حالت پر باقی رہگئے - اور اُنکے نام اُنکے معانی کے غیر مطابق ہو گئے - اُنکے نامون سے اُنکے معانی کا استنباط مفقود ہو گیا - اور بیرونی نے دوسرے مقام پر جو بیان کیا ہے وہ حسب ذیل ہے

[1] نسی کفر کی زیادتی ہے اُس سے کافر گمراہ ہوتے ہین - ایک سال کو حلال کرتے ہین - اور ایک سال کو حرام کرتے ہین -

عرب جاہلیت کے زمانہ مین مہینون کا استعمال اسی طرح کرتے تھے جسطرح مسلمان لوگ اب استعمال کرتے ہین جسکی وجہ سے انکا حج چارون فصلون مین دورہ کرتا رہتا تھا۔ اسکے بعد انکو یہ خواہش پیدا ہوئی۔ کہ وہ ایسے زمانہ مین حج کیا کرین جس وقت اُنکی کھال چمڑے میوے وغیرہ سب سامان خوب بکا کرین۔ اور حج کا زمانہ کسی خاص عمدہ موسم مین ہمیشہ ایک ہی حالت پر آیا کرے۔ تو اُنھون نے یہودیون سے جو اُنکے پڑوسی ہین کبیسہ کا عمل سیکھا۔ اور یہ ہجرت سے تقریبا دوسو برس قبل کا واقعہ ہے۔ غرضکہ عرب بھی یہود کی طرح کبیسہ کا عمل کرنے لگے[له] اُنکے استعمالی سال اور سال شمسی کے مابین جو زیادتی تھی جب وہ زیادتی پورا ایک مہینہ ہو جاتی تھی تب ایک مہینہ اضافہ کر دیتے تھے۔ اور قلامس جو بنی کنانہ سے تھے اُسکے متولی تھے جنکا طریق عمل یہ تھا کہ وہ حج کرنے کے بعد عام طور پر لوگون کو خطبہ پڑھکر سنا دیتا تھا جسمین وہ ایک مہینے کو نسی (مؤخر) کر دیتا تھا۔ اور اُسکے بعد کے مہینے کو اُسکے قائم مقام کر دیتا تھا جسپر تمام عرب اتفاق کر لیتے تھے۔ اور اُسکی بات کو قبول کر لیتے تھے۔ اور وہ اپنے اس فعل کو نسی کہا کرتے تھے۔ کیونکہ ہر دو برس یا تین برس کے اول سال مین ایک مہینہ حسب ضرورت نسی کر دیتے تھے۔ اُنہین کے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

لنا ناسئ تمشون تحت لوائه + يحل اذا شاء الشهور ويحرم

ہمارے نسی کرنیوالے جنکے جھنڈے کے تلے تم چلتے ہو + وہ جب چاہتے ہین کسی مہینے کو حلال کر دیتے ہین اور جب چاہتے ہین حرام کر دیتے ہین ۱۲

پہلا نسی محرم کے مہینے مین واقع ہوتا تھا تو اُسکا نام صفر رکھدیا جاتا تھا۔ اور پھر ربیع الاول کو بھی صفر کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اسکے بعد پھر برابر سب مہینون کے نام یکے بعد دیگرے شمار کرتے تھے اور دوسرا نسی صفر کے مہینے مین واقع ہوتا تھا تو اُسکے بعد کے مہینے کو بھی صفر کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے اسی طرح بارہ مہینون مین نسی دورہ کرتا رہتا تھا تا آنکہ پھر ماہ محرم لوٹ آتا تھا اور پھر اول کی طرح از سر نو دورہ شروع ہو جاتا تھا اور وہ اس نسی کے دورون کا شمار رکھتے تھے اور ایک زمانہ محدود کر دیتے تھے کہتے تھے کہ یہ دوران نے فلان مدت سے فلان مدت تک دورہ کیا۔ غرضکہ اسی طرح دورہ ہوتا رہتا تھا۔ اسکے بعد بھی اگر انکو کسی مہینہ کا حصول اربعین

[له] مین خیال کرتا ہون کہ حاجی خلیفہ نے اسی عبارت پر اعتماد کرکے یہ بیان کیا ہے کہ عرب جاہلیت کے زمانہ مین ہر (۱۹) سال کے بعد (۷) مہینے کبیسہ کے بڑھا دیتے تھے ۱۲

سے کسی فصل سے مقدم ہوجانا ظاہر ہوجاتا تھا تو اُسکی تلافی کے لیے وہ دوبارہ نسئی کرتے تھے۔ اور یہ تقدیم اسوجہ سے ہوجاتی تھی کہ سال شمسی کے کسور[۱] جمع ہوجاتے تھے اور سال شمسی کی بقیہ[۲] زیادتی کو جو مابین سال شمسی اور سال قمری کے ہوتی تھی چھوڑ دیتے تھے۔ اور یہ بات اُنکو منازل قمر کے طلوع اور سقوط سے معلوم ہوجاتی تھی۔ غرضکہ جس زمانہ مین رسول اللہ صلعم نے ہجرت فرمائی اُسوقت حسب مذکورۂ بالا نسئی کی نوبت شعبان تک پہونچ گئی تھی۔ جس کو اُنھون نے محرم کے نام سے موسوم کیا تھا۔ اور رمضان کا نام صفر رکھدیا تھا۔ لہذا آپ صلعم نے تا حجۃ الوداع انتظار کیا اور بروقت حجۃ الوداع لوگون کو یہ خطبہ پڑھکر سنایا۔ کہ آگاہ ہوجاؤ کہ زمانہ کو اب وہی ہیئت حاصل ہوگی جو اُس روز تھی جسدن کہ خدا نے آسمانون اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ اس سے آپکی یہ مراد تھی کہ سب مہینے اپنی جگہہ پر واپس آگئے۔ اور عرب کا وہ فعل دور ہوگیا جو وہ مہینون کے ساتھ کرتے تھے۔" انتہی کلام بیرونی

پس مقریزی اور محمد جرکسی کے کلام جسکی نسبت مین نے بحث کی ہے اور ابو معشر اور بیرونی کے اقوال جنکو انھی نقل کیا ہے۔ ان سب کے باخود ہا مقابلہ کرنے کے بعد اسمین ذرا شک باقی نہین رہتا کہ ان مولفین نے بلا امتیاز رطب و یابس ایک دوسرے کے کلام کی نقل کردی ہے۔ شخص لاحق نے اپنے شخص سابق کا اتباع کیا ہے۔ اور شخص جدید نے شخص قدیم کی تقلید کی ہے جسکی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ متاخرین نے متقدمین کے کلام کی بالکل تصویر کھینچ دی ہے۔ اور اسی طرح ابو الفدا نے بھی متقدمین کے کلام کی نقل کی ہے۔ جیسا کہ آیندہ عبارت پر نظر کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے جسکو مسعودی نے بیان کیا ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

عرب جاہلیت کے زمانہ مین ہر تین سال کے بعد ایک مہینہ کبیسہ کرتے تھے۔ اور اسکو نسئی کہتے تھے جسکے معنی تاخیر کے ہین خدا نے اپنے اس قول سے نسئی کے مذمت بیان فرمائی ہے انما النسئ زیادۃ فی الکفر الخ " مین خیال کرتا ہون کہ مسعودی نے یہ بات بیرونی کے آخر کلام سے اخذ کی ہے۔ جہان اُس نے یہ بیان کیا ہے کہ۔

---

[۱] یہ ممکن نہین ہے کہ اس کسور سے بجز اسکے کچھ اور مراد لیجاوے کہ ہر تین سال کے بعد ایک مہینہ جو کبیسہ کیا جاتا تھا اُسمین جو کسر باقی رہجاتی تھی وہی کسر مراد ہے۔ پس یہ عبارت آیندہ کے متناقض ہے۔ جیسا کہ موسیو کوسان دو پرسوال نے اسکی جانب اشارہ کیا ہے ۱۲ منہ

[۲] یہ فرق بیشک اُسی صغیر ساعت اور ½ ساعت کے ترک کردینے سے ہوتا تھا۔ ۱۲۔ منہ

"اگر عرب کو نسئی کے بعد بھی کسی مہینہ کا فصول اربعہ میں سے کسی فصل سے مقدم ہو جانا ظاہر ہوتا تھا تو (بوجہ اسکے کہ سال شمسی کے کسور جمع ہو جاتے تھے۔ اور سال شمسی کی بقیہ زیادتی کو جو مابین سال شمسی اور سال قمری کے ہوتی تھی چھوڑ دیتے تھے) تو اُسکی تلافی کے لیے دوبارہ کبیسہ کرتے تھے"

کیونکہ یہ عبارت بجز اسکے اور کسی طریقہ کے مطابق نہیں ہو سکتی۔ کہ ہر تین سال کے بعد ایک مہینہ کا کبیسہ کیا جاے۔ مذکورہ بالا بیان سے یہ بات پورے طور پر ثابت ہوتی ہو کہ کبیسہ کے بیان اور اُسکی کیفیت سے متعلق تمامی مورخین نے بیرونی اور ابو معشر کے کلام کی نقل کی ہو جسکا خلاصہ یہ ہو کہ اسکا قائل کہ عرب سال قمری شمسی کا استعمال کرتے تھے صرف ابو معشر اور بیرونی ہو۔ اور اگر ہم تھوڑی دیر ان دونوں مولفون کے قول کو بنظر غور دیکھین اور ذرا فکر کرین۔ تو ہمکو یہ بات ثابت ہو جائیگی کہ ان دونون مین سے ایک بھی اپنا قول یقین کے ساتھ نہین بیان کرتا۔ کیونکہ اصل بحث سے متعلق ان دونون کے کلام مبہم ہین جس پر تردد اور شک کی مہر لگی ہوئی ہو۔ اسلیے کہ ابو معشر نے بغیر کسی دلیل کے یہ خیال کیا ہو کہ عرب جاہلیت کے زمانہ مین ہر دو سال کے بعد ایک مہینہ کا کبیسہ کرتے تھے۔ اسکے بعد پھر یہ بیان کیا ہو۔ کہ بعض راویون سے مروی ہو کہ عرب (۲۴) سال قمری کے بعد (۹) مہینہ کا کبیسہ کرتے تھے۔ (الی آخرہ) اور بیرونی نے جو کچھ اس سے متعلق بیان کیا ہو اُسمین اُس نے ابتدائے کلام مین تو اسکو تسلیم کر لیا ہو۔ کہ عرب ہر (۲۴) سال کے بعد (۹) مہینہ کا کبیسہ کرتے تھے لیکن اسکے بعد ہی دو عبارتین (جن پر حاشیے لکھے گئے ہین) بیان کی ہین جنمین سے پہلی عبارت کا یہ مقتضا ہو کہ عرب یہود کی طرح کبیسہ کیا کرتے تھے۔ (یعنی ہر (۱۹) سال کے بعد (۷) مہینے کا کبیسہ کرتے تھے۔) اور دوسری عبارت کا یہ منشا ہو کہ وہ ہر تین سال کے بعد ایک مہینہ کا کبیسہ کرتے تھے قسم ہو مجھے اپنی زندگی کی کہ وہ تردد جو ان دونون مولفون کے کلام مین معلوم ہوتا ہو اور نیز ان دونون مین سے کسی کا کسی ایک راے پر ثابت قدم نہ رہنا یا شک ان دونون کے قول کے عدم اعتبار کا مقتضا ہو۔ تا وقتیکہ اور ذرایع سے یہ نہ ثابت کیا جاے کہ عرب سنہ کبیسہ کا استعمال کرتے تھے۔ خیر دراصل بات جو کچھ ہو۔ اب ہمکو یہ مناسب معلوم ہوتا ہو کہ ہم اُن روایات اور اخبار سے متعلق بحث کرین جنکی بنیاد پر ان دونون قدیم مولفون کی رائین حساب کبیسہ پر مبنی ہین۔ اور بیرونی کے پہلے کلام مین یہ دو آیتین

مذکور ہو چکی ہین - جو حسب ذیل تین روایتین ہین -

اول شاعر کا یہ قول کہ آفتاب اور چاند کے دورون مین جو تفاوت ہوتا ہی اسکو ایک عمدہ شخص جمع کر دیتا ہی جسکی وجہ سے مہینے کامل ہو جاتے ہین - دوسرے حضرت رسول اللہ کی یہ حدیث الا ان الزمان قد استدار کہیئتہ یوم خلق السموات والارض (خبردار ہو کہ زمانہ اس ہیئت پر پلٹ گیا جس ہیئت پر کہ بروز پیدائش زمین و آسمان تھا) تیسرے خدا کا یہ فرمان کہ - انما النسئ زیادۃ فی الکفر الخ

اور سابق الذکر دونون مولفون نے اُن مناسبات اور تعلقات کو جو مہینون کے نامون اور فصول اربعہ سے متعلق ہین اپنے اُس مطلب کی صحت کی دلیل قرار دیا ہی جو مطلب انھون نے ان روایات مذکورہ سے سمجھا ہی لیکن یہ بات متفق علیہ ہی کہ عرب کے لوگون نے ان مناسبات کا صرف اُسی سال لحاظ کیا تھا جس سال یہ مہینے وضع کیے گئے تھے جیسی کہ قدیم مہینون کو نسبتین حاصل ہین اب پھر ہم انھین روایات کی بحث کی جانب متوجہ ہوتے ہین - تیسری دلیل جو قول الٰہی ہی - انما النسئ زیادۃ فی الکفر - یہ اس امر کی شہادت نہین ہی کہ عرب کبیسہ کا استعمال کرتے تھے - کیونکہ لفظ (نسئ) کے معنی ماہ محرم کی حرمت کو غیر ماہ محرم تک ملتوی کرنے کے ہین - جیسا کہ ائمہ مفسرین[۱] اور بڑے بڑے اہل لغت نے خیال کیا ہی -

دوسری دلیل - حضرت رسول اللہ[۲] کی یہ حدیث الا ان الزمان قد استدار الخ جسمین میرے نزدیک دو باتین غور طلب ہین - اول تو یہ کہ رسول اللہ صلعم نے دہم ذی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری کو حجۃ الوداع مین جو خطبہ پڑھا تھا اسکو بخاری نے پانچ مختلف طریقون سے اور متعدد راویون سے روایت کیا ہی - اور بجز ایک روایت کے بقیہ چار روایتون مین یہ عبارت (الا ان الزمان قد استدار - الخ) مذکور نہین ہی اور جب ہم اس حدیث کی سند کیجانب غور کرتے ہین جو زیادتی کی مثبت ہی - تو اسکے راویون کے ضمن مین ہم عبد الرحمٰن ابن ابو بکرہ کو پاتے ہین - جنکی نسبت بخاری نے دوسرے مقام پر بیان کیا ہی کہ "انکا ثقہ ہونا نا قابل اطمینان ہی" اور بخاری نے اس حدیث کے راویون سے متعلق اسماء الرجال - بیان کرنے کے بعد جو زیادتی کی مثبت ہی اُنکے حق مین یہ بیان کیا ہی جو میرے نزدیک عبد الرحمٰن بن ابو بکرہ سے بہتر شخص ہین " پس بخاری کا اس حدیث کے راویون مین سے کسی راوی کو غیر ثقہ قرار دینا جسمین عبارت

---

[۱] فی الواقع نسئ کا لفظ اس سے زیادہ کوئی فائدہ نہین دیتا جیسا کہ ہمنے بیان کیا ہی کہ عرب جاہلیت کے زمانہ مین محض قمری سال کا استعمال کرتے تھے ۱۲ منہ

[۲] دیکھو صحیح بخاری کتاب الحج باب الخطبہ ایام منا و باب حجۃ الوداع ۱۲ منہ -

"الاان الزمان" الخ، مذکور ہی اور بقیہ چار طریقوں مین اس عبارت کا متروک کر دینا بجھے اس امر کا یقین دلاتا ہی کہ زیادتی مذکورہ صحیح نہین ہی۔ دوسری بات یہ ہی کہ اگر ہم اس زیادتی کو صحیح تسلیم کرلین کہ درحقیقت یہ رسول اللہ کا کلام ہی جسکے بعد ہمکو ضرور ہی کہ ہم اس امر سے متعلق بحث کرین کہ کیا حجۃ الوداع کے زمانہ مین کوئی حادثۂ زمانی ایسا واقع ہوا تھا جسکی جانب رسول اللہؐ نے اس عبارت سے اشارہ کیا ہو۔ اور اس حدیث سے وہی حادثۂ زمانی مقصود ہو بیشک حساب سے ہمکو ایک عجیب اتفاق معلوم ہوتا ہی اور وہ یہ کہ سنہ ہجری مین اتفاق سے ماہ ذی الحجہ یہود کے دینی سال کے اخیر مہینہ مین واقع ہوا تھا۔ اسطرح کہ وہ ماہ محرم جس سے سنہ ۱۱ ہجری شروع ہوا تھا۔ وہ یعنہ نیسان کا مہینہ تھا جو یہود کے دینی سال کا پہلا مہینہ ہی۔ اور اکثر ابو العرب یعنی اسحٰق اور اسمٰعیل علیہما السلام ولدان حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد علیہ السلام کی طرح سال قمری کا استعمال کرتے تھے۔ اسکے بعد پھر اس سال کے مہینون کی رفتار اُس کبیسہ کی وجہ سے منقطع ہوگئی جسکے بانی مبانی بنی اسرائیل تھے لیکن ولدان ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک بہ نسبت سال دینی کے سال قمری ہمیشہ مستعمل رہا خصوصاً حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے نزدیک اور جب ابتداے سنہ ۱۱ھ یہود کے ابتداے سنہ دینی کے مطابق ہوگیا تو لازم آیا کہ یہود نے ابتداے کبیسہ سے جو کچھ ان مہینون مین کبیسہ کیا تھا وہ سب تمامی دورون کے عدد ہی صحیح تھے۔ جسمین ہر ایک دورہ (۱۲) مہینہ کا ہوتا تھا تا آنکہ ابتداے سنہ ہجری اور ابتداے سنہ دینی یہود کے باہین اتفاق ہوگیا۔ جیساکہ حساب سے واضح ہوتا ہی جسکا یہ مطلب ہوا کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کا سال حجۃ الوداع کے زمانہ مین پلٹ کر اُسی حالت پر آگیا جیساکہ اُنکے زمانہ مین تھا گویا کہ کبیسہ اور زیادتی سے اُسے کوئی نقصان ہی نہین پہونچا۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی۔ تو ذرا سا غور کرنے کے بعد یہ بات ہمکو معلوم ہوسکتی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول سے کہ زمانہ اپنی اصلی حالت پر پلٹ آیا۔ یہی زمانہ مراد ہوگا۔

اور پہلی دلیل جو شاعر کا قول ہی کہ "آفتاب اور چاند کے دورہ کا تفاوت ایک عمدہ شخص جمع کرکے مہینون کو کامل کردیتا ہی" یہ شعر قطعی طور پر اس امر پر دلالت نہین کرتا کہ عرب

جاہلیت کے زمانہ مین کبیسکا استعمال کرتے تھے۔ کیونکہ با وجود عدم تحقیقات اس امر کے کہ در اصل یہ شعر کس کی شان مین کہا گیا محض یہ گمان کر لینا کہ یہ شعر نقیم کی شان مین کہا گیا ہی۔ جو انہین مذکور نہین ہی یہ ایک قسم کی زیادتی ہی۔ ممکن ہی کہ یہ شعر کسی عربی یہودی کی شان مین کہا گیا ہو جو یہود کے سال قمری شمسی کے حساب لگانے کے لیے مقرر ہو۔ پس مذکورہ بحث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ قدیم مؤلفین نے یقینی طور پر اس امر کو نہین بیان کیا ہی کہ عرب کے لوگ قمری شمسی سال کا استعمال کرتے تھے۔ اس سے متعلق جو کچھ انھون نے بیان کیا ہی وہ سب تخمینی اور قیاسی ہی۔ جسکے بعد انسان کو مورخین کے اقوال پر اعتماد کرکے اس مسئلہ مین اپنی کسی قطعی راے کا اظہار نہایت دشوار ہو جاتا ہی۔ جسکی آسانی کی کوئی صورت بجز اسکے نہین ہی جو طریقہ حصول مطلب کا مین نے اپنے اس رسالہ مین اختیار کیا ہی کہ اکثر مقامات پر مین نے حوادث سماوی اور حسابات فلکیہ سے استدلال کیا ہی۔ جو حصول مطلب کے لیے ایک کافی اور یقینی دلیل ہی۔

اب مین اس رسالہ کو صرف اسی بیان پر ختم کرتا ہون کہ عرب کے لوگ ہفتہ کے ایام کو کیا کہتے تھے عرب جاہلیت کے زمانہ مین قدیم سے حسب ذیل الفاظ ہفتہ کے سات دن کے لیے استعمال کرتے تھے

اوّل (احد) یکشنبہ اھون (اثنین) دوشنبہ جبار (ثلاثاء) سہ شنبہ دبار (اربعاء) چہارشنبہ مونس (خمیس) پنجشنبہ عروبہ (جمعہ) جمعہ شیار (سبت) شنبہ۔

اور حسب ذیل دو بیتین مسعودی اور بیرونی نے اس باب مین بطور استشہاد کے پیش کی ہین۔ ؎

اؤمل أن اعیش وان یومی ✣ باول اوباھون اوجبار

اوالمردی دبار فان افتہ ✣ فمونس اوعروبۃ اوشیار

مین امید کرتا ہون کہ مین زندہ رہون اور میرا دن اوّل یا اھون یا جبار ہو۔ یا میری ہلاکت کا دن دبار یا مونس۔ عروبہ یا شیار ہو

لیکن دن کے (۲۴) ساعت پر تقسیم کے باب مین ہین موسیو کوسان دو پرسوال کی اس راے سے متفق ہون کہ عرب جاہلیت کے زمانہ مین اس سے بالکل ناواقف تھے۔ واللہ اعلم۔

URDU BOOKS

۱۸۱ات ۲۹۷

احمد نکی مترجم تحقیق الاسلام

۱۸۹۸ء ۲۹۶
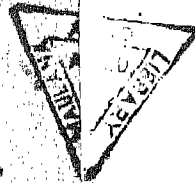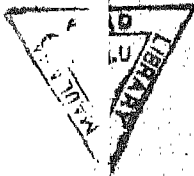
Extract from the RULES of the LYTTON LIBRARY, MUSLIM UNIVERSITY, ALIGARH.

2. The undermentioned shall be eligible to take books from the Library:—

A. Members of the Court.

B. Members of the University teaching staff, including the Librarian.

C. Students on the rolls of the University.

D. Other persons whether connected with the University or not who have obtained special permission from the Pro-Vice-Chancellor.

3. The maximum number of books that may be borrowed at any one time, is

(in Rule 2) A & D ... 2 volumes.
B ... 10
C ... M.A. and M.Sc. 4 volumes. All others 2

4. Books may be retained by:—

(in Rule 2) A & B ... for one month.
C & D ... for 14 days.

6. Books lost, injured or defaced in any way by any of the borrowers must either be replaced or the price paid for. In case a book belongs to a set or series and a single volume is not procurable the whole set or series must be replaced.